

سلسلہ اشاعت: ۳۹

عورتوں کے خصوصی مسائل

# فروخت ممنوع

- نام کتاب : تنبیہات علی احکام تختص بالنساء  
عورتوں کے خصوصی مسائل
- تالیف : ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان
- ترجمہ : عطاء الرحمن عبداللہ سعیدی
- ترمیم و طباعت : دار الخیر فاؤنڈیشن کوسہ، ممبرا، ممبئی رابطہ نمبر: 9594690742
- صفحات : 145
- تعداد اشاعت : 1000
- تاریخ اشاعت : جنوری ۲۰۱۷ء
- ناشر : شعبہ دعوت و تبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ،  
رائے گڑھ-402105

# فہرست عناوین

10	عرض ناشر
11	پیش لفظ
13	مقدمہ مؤلف

## پہلی فصل

### عمومی احکامات

15	عورت اسلام سے پہلے
16	اسلام میں عورت کا مقام
19	عورت اور دشمنان اسلام

## دوسری فصل

### عورتوں کی جسمانی زیب و زینت کے خصوصی احکام

22	عورت کا سر مونڈنا
23	عورت کے سر کا بال کاٹنا
26	بال کا جوڑا بنا کر سر پر رکھنا
27	بال کا جوڑا لگانا
28	بھنوں باریک کرنا
28	دانتوں کے درمیان کشادگی کرنا

28

گودنا گدانا

29

عورتوں کے لیے خضاب لگانا اور سونے کا زیور پہننا  
تیسری فصل

حیض، استحاضہ اور نفاس کے احکام

34

حیض کے احکام

37

شرمگاہ سے زرد رنگ کی چیز نکلنے کا حکم

38

عورت کیسے سمجھے کہ اس کا حیض ختم ہو گیا؟

40

استحاضہ کے احکام

41

استحاضہ والی عورت پر کیا واجب ہے؟

45

نفاس کے احکام

52

استحاضہ کا حکم

### چوتھی فصل

لباس اور پردہ کے متعلق احکام

57

مسلمان عورت کے شرعی لباس

60

پردہ کا مفہوم اور اس کے دلائل و فائدے

### پانچویں فصل

64

صلوات میں عورت کے متعلق احکام و مسائل

### چھٹی فصل

76

جنازے میں عورت سے متعلق احکام

77

عورتوں کا جنازے میں شرکت اور قبر کی زیارت

## ساتویں فصل

- 81 صیام میں عورت سے متعلق مخصوص احکام
- 82 کس پر رمضان کا صوم فرض ہے؟
- 83 کن کن عذر کی وجہ سے رمضان میں عورت کے لیے صوم توڑنا جائز ہے
- 84 مستحاضہ پر صوم رکھنا واجب ہے
- 85 حائضہ، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر چھوٹے صوم کی قضا واجب ہے
- 86 بنا شوہر کی اجازت کے عورت کا نفلی صوم رکھنے کا حکم
- 86 ماہ رمضان میں جب عورت دن میں پاک ہو جائے
- آٹھویں فصل
- 87 حج اور عمرہ میں عورت کے مخصوص احکام
- 90 سفر حج کے درمیان جب عورت کو حیض آجائے تو کیا کرے؟
- 92 احرام باندھتے وقت عورت کیا کرے؟
- 93 احرام باندھتے وقت عورت کیا پہنے؟
- 95 عورت تلبیہ کیسے کہے؟
- 96 حائضہ عورت کے لیے پاکی سے قبل جائز اور ناجائز اعمال
- 97 عورتوں کا مزدلفہ سے کوچ کرنے کا حکم
- 100 حج یا عمرہ میں عورت کا اپنے سر کے بال کاٹنے کی کیفیت
- 101 حائضہ عورت کو تحلل اول کب حاصل ہوگا؟
- 102 حائضہ عورت پر طوافِ وداع نہیں ہے

- 103 عورت کے لیے مسجد نبوی کی زیارت  
نویں فصل
- 104 ازدواجی زندگی سے متعلق چند احکام و مسائل
- 109 شادی میں عورت کی رائے لینا
- 111 عورت کی شادی میں ولی کی شرط
- 113 اعلانِ نکاح کی خاطر عورتوں کا دف بجانا
- 114 شوہر کی اطاعت
- 119 عقد نکاح ختم ہونے پر عورت پر کیا ضروری ہے
- 120 عدت کی قسمیں
- 121 عدت گزارنے والی پر کیا کیا حرام ہے؟
- 122 دو فائدے
- 124 دورانِ عدت بیوہ پر کیا حرام ہے؟
- دسویں فصل
- 126 عورت کی عصمت کی حفاظت کرنے والے چند احکام
- 137 خاتمہ
- 141 سوالات تحریری انعامی مقابلہ برائے خواتین (1) جنوری 2015
- 143 رجسٹریشن کارڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# عرض ناشر

عورت نصف انسانیت ہے، اگر انسانیت کے ایک حصہ کی ترجمانی مرد کرتا ہے تو دوسرے حصہ کی ترجمانی عورت کرتی ہے اس لئے شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کو بہت اونچا مقام دیا ہے اور ان کی طرف مکمل توجہ فرما کر جو عزت افزائی کی ہے وہ بے مثال ہے۔ ویسے تو جملہ احکام و مسائل میں وہ مردوں کے ساتھ شریک ہیں مگر کچھ چیزوں میں فطری تقاضوں کے مطابق مخصوص مسائل بیان کئے ہیں۔

زیر نظر کتاب عالم عرب اور دنیائے اسلام کے مشہور و معروف عالم سہماۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مایہ ناز تالیف ہے جس میں موصوف نے عورتوں سے متعلق احکام و مسائل کو جمع فرمایا ہے ”فجزاۃ اللہ خیراً عن الإسلام والمسلمین“۔ شعبہ دعوت و تبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ نے خواتین ملت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مذکورہ کتاب کا اردو ترجمہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جس کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری ایک صاحب خیر نے لی ہے۔ فجزاۃ اللہ أحسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مؤلف، ناشر اور صاحب خیر سبھوں کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور سبھوں کے مال و اولاد میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

احمد علی قمر الدین پٹنہ  
سکرٹری شعبہ دعوت و تبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ  
۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

عبد المعید عبد الحکیم المدنی  
وکیل شعبہ دعوت و تبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ  
۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

## پیش لفظ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر بے شمار احسانات کر کے انھیں ایسی مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے جو کسی اور کے اندر نہیں پائی جاتیں، نیز ان کی صلاحیت اور جسمانی طاقت کے مطابق ان کے اوپر احکام واجب کیا ہے، چنانچہ جس طرح دینی علم و بصیرت حاصل کرنے کا حکم مردوں کو دیا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی دیا ہے تاکہ عورت زیور علم سے مزین ہو کر اپنی اصل ذمہ داری بحسن و خوبی انجام دے کر اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کر سکے اور اپنے گھر کے لیے اسلامی ماحول فراہم کر سکے۔

بلاشبہ گھر کے لیے اسلامی ماحول فراہم کرنے میں عورت کا ایک اہم کردار ہے لیکن یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب عورت اسلامی تعلیم و تربیت سے مزین ہو اور اس کا دل تقویٰ و طہارت، خوفِ الہی، فکرِ آخرت سے معمور ہو۔ اس کے برعکس اگر عورت دینی احکام و مسائل سے نابلد، اسلامی تعلیم و تربیت سے ناواقف، سلوک و معاملات میں پھوہڑ، آخرت کے امور سے غافل ہو تو گھر کا ماحول دینی ہونے کے بجائے جہنم کدہ ہوگا جس سے پورے اہل خانہ دنیا و آخرت کی سعادت سے محروم ہوں گے۔

مسلمان عورتوں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ بیشتر عورتیں دین اسلام کے اہم اہم مسائل سے ناواقف ہیں یہاں تک کہ اپنے روزمرہ پیش آنے والے مخصوص احکام و مسائل کے بارے میں بھی انھیں خاطر خواہ علم نہیں ہے جو کہ ایک قابلِ افسوس بات ہے۔

زیر نظر کتاب ”عورتوں کے خصوصی مسائل“ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ (رکن سپریم علماء کونسل سعودی عرب) کی شاہکار تالیف ”تنبیہات علیٰ احکام تختص بالمؤمنات“ کا ترجمہ ہے، جس میں مؤلف حفظہ اللہ نے قرآن و حدیث اور علماء کرام کے مستند اقوال کی روشنی میں بڑی وضاحت کے ساتھ عورتوں کے چند اہم مخصوص مسائل ذکر کیا ہے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی بیٹیوں کو فائدہ

پہچانے کے لیے خاکسار کے دل میں اس کا ترجمہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا اور اللہ کی توفیق سے یہ کام مکمل ہو گیا۔ **فَلله الحمد و المنة**

ترجمہ میں میں نے مندرجہ ذیل چند اہم امور کی رعایت کی ہے:

(۱) عام فہم اور آسان زبان کا استعمال

(۲) اصل مصدر سے حدیثوں کا حوالہ اور علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتابوں سے ان پر صحیح اور ضعیف ہونے حکم

(۳) حسب ضرورت معتبر کتابوں کی مدد سے حاشیہ میں چند مسائل کی وضاحت

اس موقع پر میں ذمہ دارن اسلامک سنٹر احساء کا بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ انھوں نے اس عمل خیر کے لیے مجھے وقت دیا۔ **فجزاھم اللہ أحسن الجزاء**

نیز میں بے حد شکر گزار ہوں اپنے با علم مخلص اور محسن دوست فضیلۃ الشیخ مختار احمد بن نصر اللہ مدنی حفظہ اللہ (داعی اسلامک سنٹر جمیل) جنھوں نے اپنی شدید مشغولیات کے باوجود اس کتاب پر نہایت باریک بینی اور دقت نظری کے ساتھ نظر ثانی کر کے اپنی تصویبات نیز مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور تاحیات صحت و عافیت اور اخلاص کے ساتھ خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

کوئی بھی انسان غلطیوں اور لغزشوں سے بری نہیں لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی خامی محسوس کریں تو برائے کرم مطلع کریں تاکہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ باری تعالیٰ میرے اس عمل کو شرف قبولیت بخشے، میرے والدین اور میرے سارے بھائی بہنوں نیز جملہ اساتذہ کرام کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، مؤلف، مترجم، ناشر اور دیگر متعاونین کو دنیا و آخرت کی سعادت عطا کرے۔ آمین

عطاء الرحمن بن عبد اللہ سعیدی

اسلامک سینٹر احساء

## مقدمہ مؤلف

ہر طرح کی تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہدایت بخشی اور منی کے نطفہ سے مرد و زن کی تخلیق فرمائی، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں جو اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک و ساجھی دار نہیں اسی کے لیے اول و آخر ہر قسم کی تعریف ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں معراج کرایا گیا جس میں انھوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا، آپ پر اور آپ کے بڑے بڑے مرتبے والے آل و اصحاب پر بے شمار اور دائمی درود و سلام نازل ہو۔

أما بعد:

اسلام میں مسلمان عورت کے لیے اعلیٰ مقام و رتبہ نصیب ہونا اور اس کے ذمہ بہت ساری ذمہ داریوں کا سپرد کرنا نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصیت کے ساتھ عورتوں کی رہنمائی کرنا خاص کر میدانِ عرفات میں عورت کے سلسلے میں آپ کی وصیت اور تاکید اس بات کی دلیل اور ثبوت ہے کہ ہر زمانے میں عورتوں کا خصوصی خیال رکھا جائے، خاص کر موجودہ زمانے میں جبکہ خصوصیت کے ساتھ مسلمان عورت کی شرافت و کرامت سلب کرنے اور اس کو اس کے اونچے مقام و رتبہ سے پستی اور ذلت و خواری کی طرف لے جانے کے لیے اس کا شکار کیا جا رہا ہے۔ بنا بریں اسے خطرات اور اندیشوں سے آگاہ کرنا نیز اس کے لیے راہِ نجات کی نشاندہی کرنا ضروری اور واجب ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب اس کے لیے نشانِ راہ ثابت ہوگی کیونکہ اس میں اُس کے خصوصی احکام و مسائل ذکر کیے گئے ہیں جبکہ یہ اس باب میں کمتر حصہ اور معمولی کوشش ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے پر امید ہوں کہ اس کے ذریعے نفع بخشے، اس سلسلے میں یہ پہلا قدم ہے امید ہے کہ اس

کے بعد اس سے بہتر کامل اقدام ہوگا جو اس سے زیادہ عام اور شامل ہوگا۔  
اس عجلت میں جو کچھ میں نے پیش خدمت کیا ہے وہ مندرجہ ذیل فصلوں کے حساب سے

عمومی احکامات	پہلی فصل:
عورتوں کے جسمانی زیب و زینت کے خصوصی احکام	دوسری فصل:
حیض، استحاضہ اور نفاس کے احکام	تیسری فصل:
لباس اور پردہ کے متعلق احکام	چوتھی فصل:
صلاۃ میں عورت کے متعلق احکام	پانچویں فصل:
جنازہ کے باب میں عورت کے متعلق مخصوص احکام	چھٹی فصل:
صوم کے باب میں عورت سے متعلق مخصوص احکام	ساتویں فصل:
حج اور عمرہ میں عورت سے متعلق مخصوص احکام	آٹھویں فصل:
ازدواجی زندگی سے متعلق چند احکام و مسائل	نویں فصل:
عورت کی عصمت و عفت اور شرافت کی حفاظت کرنے والے	دسویں فصل:
چند احکام	
عورت کی عصمت و عفت کے اسباب و وسائل	خاتمہ:

## پہلی فصل

# عمومی احکامات

(۱) عورت اسلام سے پہلے:

اسلام سے پہلے سے مراد وہ جاہلی دور ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ اہل عرب اور عمومی طور پر زمین پر بسنے والے تمام لوگ جاہلیت کی زندگی گزار رہے تھے۔ جس وقت رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع اور نشانِ راہ مٹ چکا تھا۔ اہل کتاب کے چند نفوس کے علاوہ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے جملہ عرب و عجم اللہ کی نگاہ میں مبغوض تھے۔ اُس وقت عام طور پر عورت مشکل ترین دور سے دوچار تھی خاص طور پر عرب سماج اور معاشرہ میں، جہاں عورتوں کی پیدائش کو ناپسند اور ناگوار تصور کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اُن میں سے بعض لوگ لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے تھے تاکہ مٹی تلے نفوت ہو جائے، اور بعض عورتوں کو ذلت و خواری کی زندگی سے دوچار کرنے کی خاطر اُن سے قطع تعلق کر لیتے تھے۔ جس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَّا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (سورہ نحل: 58-59)

[اور اُن میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لیے ہوئے ہی رہے یا اُسے مٹی میں دبا دے۔ آہ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں]

اور اللہ نے فرمایا:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (سورہ تکویر: 9-8)

[اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے سوال ہوگا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟]

الْمَوْءُودَةُ: سے مراد وہ لڑکی ہے جو زندہ دفن کر دی جائے یہاں تک کہ وہ مٹی کے تلے مر جائے۔

اسی طرح جب لڑکی زندہ درگور ہونے سے بچ جاتی تو اس کی زندگی ذلت و رسوائی کے ساتھ گزرتی، اُس کے قریبی رشتہ داروں کے میراث میں نہ تو اُس کا کوئی حصہ ہوتا اگرچہ اُن کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو اور لڑکی چاہے فقر و فاقہ سے دوچار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ انہوں نے وراثت صرف مردوں کے لیے خاص کر رکھی تھی، بلکہ جس طرح وفات شدہ شوہر کے مال میں وراثت جاری ہوتی تھی اُسی طرح عورتوں میں بھی وراثت چلتی تھی، (بیوہ کا کوئی وراثت ہو کر اس کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا) عورتوں کی کثیر تعداد ایک شوہر کے تحت زندگی گزارتی تھی، کیونکہ نہ تو وہ بیویوں کی محدود اور متعین تعداد کی پابندی کرتے تھے اور نہ ہی اس عمل بد سے۔ عورتیں جس ظلم و جور اور تنگی سے دوچار تھیں انہیں اس کی پرواہ نہ تھی۔

(۲) اسلام میں عورت کا مقام:

جب اسلام آیا اس نے عورت سے ان مظالم کو ختم کر کے اسے اس کا انسانی مقام اور رتبہ عطا کیا۔ اللہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ (سورہ حجرات: 13)

[اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے آغاز اور ابتدا میں عورت کو مرد کا شریک ٹھہرایا ہے نیز عورت عمل کے اجر و ثواب میں بھی مرد کا شریک ہے۔

اللہ نے فرمایا:

مَنْ عَمِلَ طَيِّحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْعَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً  
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورہ نحل: 97)

[جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن با ایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہترین  
زندگی عطا فرمائیں گے اور اُن کے نیک اعمال کا بہترین بدلہ بھی انہیں دیں گے ]  
اللہ نے فرمایا:

لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ  
(سورہ احزاب: 73)

[تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں، مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے ]  
اللہ نے عورت (بیوہ) کو اس کے وفات شدہ شوہر کے مالِ موروث میں شمار کرنے کو حرام  
قرار دیتے ہوئے فرمایا:

يَأْتِيهَا مِنَ الدِّينِ ؕ آمَنُوا إِلَّا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا (سورہ نساء: 19)  
[اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو ]

(اسلام سے پہلے جہاں عورتوں پر بہت سارے ظلم و ستم ڈھائے جاتے تھے وہیں پر ایک  
ظلم اس طرح کا بھی تھا کہ کسی شخص کی وفات پر اس کے گھر والے اس کے مال کی طرح اس  
کی بیوہ عورت کے بھی زبردستی وارث بن بیٹھتے تھے اور اس کی رضامندی کے بغیر صرف  
اپنی مرضی سے اس سے نکاح کر لیتے یا اپنے بھائی، بھتیجے سے نکاح کر دیتے یہاں تک کہ  
سوتیلا بیٹا تک بھی مرنے والے باپ کی عورت سے نکاح کر لیتا۔ کبھی کبھار اس کو کسی سے بھی  
شادی کرنے کی اجازت نہ دیتے اور وہ پوری عمریوں ہی گزارنے پر مجبور ہوتی لہذا اسلام  
نے ان تمام ظلم و زیادتی کے طریقوں سے منع فرمایا۔ از مترجم)

اللہ نے عورت کی شخصیت کو استقلال عطا کرتے ہوئے اسے موروث بننے کے بجائے

وارث بنایا اور عورت کو اس کے قریبی کے مال میں حقدار ٹھہرایا جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (سورہ نساء: 7)

[ماں باپ اور خویش و اقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو ماں باپ اور خویش و اقارب چھوڑ کر مرے) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا گیا ہے]

دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اُنثَيَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (سورہ نساء: 11)

[اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکا کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اور اگر لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مالِ متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے]

مزید معلومات کے لیے آیت کریمہ کے اخیر تک دیکھیں جس میں عورت کو بحیثیت ماں، بیٹی، بہن اور بیوی وارث بنانے کا ذکر ہے۔

شادی بیاہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو زیادہ سے زیادہ فقط چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ وہ حتی المقدور بیویوں کے ساتھ عدل و انصاف کر سکیں نیز ان کے ساتھ بہتر اور بھلے انداز سے زندگی گزارنا واجب قرار دیا ہے چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَ عَاشِرُ وَ هُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورہ نساء: 19)

[ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو اور بہن سہن رکھو]

مہر کو عورت کا حق قرار دیتے ہوئے پوری مہر اس کے حوالہ کر دینے کا حکم دیا، لایہ کہ جو کچھ وہ

بخوشی معاف کر دے۔ چنانچہ فرمان باری ہے:

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْعٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ  
هَذَا قَمْرِيًّا (سورہ نساء: 4)

[اور عورتوں کو اُن کے مہر راضی خوشی سے دے دو ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر چھوڑ دیں تو اسے خوشی اور رغبت سے کھاؤ]

اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان اور گھریلو معاملات میں اُس کو مالکن اور مختارِ کل کا درجہ دیا ہے کہ وہ کسی کام کا حکم دے سکتی ہے اور روک بھی سکتی ہے نیز اُسے اپنی اولاد کا سرپرست اور اُن پر حاکم بنایا ہے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

الْمَرْأَةُ رَأِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رِعْيَتِهَا  
(صحیح بخاری: 853- صحیح مسلم: 1829)

[عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان اور اپنی اولاد کے بارے میں ذمہ دار ہے]

اسی طرح اللہ نے شوہر پر خوبصورتی اور بھلائی کے ساتھ عورت کے کھانے، پہننے اور ہننے اور رہنے سہنے کا مناسب انتظام کرنے کے ساتھ نان و نفقہ فرض اور واجب قرار دیا ہے۔

(۳) عورت کی کرامت و شرافت اور اس کی حق تلفی کی خاطر عصر حاضر میں دشمنانِ اسلام اور ان کے پروردہ لوگوں کے عزائم:

یقیناً دشمنانِ اسلام بلکہ موجودہ دور میں کفار و منافقین اور کج رو کج کلاہ انسانیت کے دشمنوں کو اسلام میں عورت کے لیے حاصل شدہ مقام اور مرتبہ، عزت و شرف اور حفظ و امان نے غضب ناک کر کے رکھ دیا ہے، کیونکہ کفار و منافقین اور دشمنانِ اسلام کی خواہش یہ ہے کہ عورت ہلاکت و بربادی کے وہ وسائل و اسباب بن جائے جن کے ذریعے وہ کمزور ایمان اور نفسانی خواہشات رکھنے والوں کا شکار کر سکیں، جبکہ عورتوں کے متعلق اپنی شعلہ آمیز شہوانی خواہشات کو وہ آسودہ کر چکے ہیں، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا (سورہ نساء: 27)

[اور جو لوگ خواہشات کے پیروکار ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ (یعنی حق سے باطل کی طرف جھک جاؤ)]

مسلمانوں میں بھی کمزور ایمان اور بیمار قلب و جگر والوں کی تمنا اور خواہش یہ ہے کہ عورت شیطانی مزاج و خواہشات والوں کی نمائش گاہ میں ان کی نگاہوں کے روبرو ایسے سستے کھلے ہوئے سامان کی شکل میں منظر عام پر آجائے جس کے خوش کن اور دل ربا منظر سے وہ لطف اندوز ہوں یا اس کے ذریعے اس سے بڑے گھناؤنے معاملہ تک اُن کی رسائی ہو جائے۔ اور اسی لیے ان کی دلی خواہش ہے کہ عورت اپنے گھر سے نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ اُن کے کاموں میں شریک ہو، اسپتال میں نرس یا جہاز میں ایئر ہوسٹس کے طور پر ان کی خدمت گزار ہو یا وہ مردوں کے ساتھ مخلوط (جو انٹ) درس گاہوں میں معلمہ یا طالبہ ہو، یا کھیل و تماشے کی جگہوں میں اداکار، گلوکار، اپنی شکل و صورت اور آواز سے فتنہ پرور اور عریاں، نگاہ لباس زیب تن کر کے مختلف وسائل اعلام اور میڈیا میں خبر رسائی کا کام انجام دے۔ بے حیائیوں سے بھرے ہوئے میگزینوں اور ڈائجسٹوں نے فتنہ انگیز عریاں و ننگی دوشیزاؤں کی تصویروں کو اپنے اپنے میگزینوں کی نشر و اشاعت اور تجارت کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ ساتھ ساتھ بعض تاجروں اور کمپنیوں نے بھی اُن تصویروں کو اپنے سامانوں کو عام کرنے کا اس انداز سے ذریعہ بنا لیا ہے کہ اُن تصویروں کو اپنے اپنے پیش کش اور ایجاد کردہ چیزوں پر آویزاں کر دیا ہے۔ انہی غلط اقدامات کے باعث عورت گھر میں اپنی حقیقی کارکردگی اور ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئی، جس کی وجہ سے اُس کے شوہر اپنی اولاد کی دیکھ رکھ، تربیت اور گھریلو معاملات کے نظم و نسق کی خاطر اجنبی نوکرانیاں لانے پر مجبور ہو گئے جو کہ متعدد اور مختلف بڑی بڑی برائیوں کے پھیلاؤ اور آمد کا سبب ہے۔

ہم یقیناً عورتوں کو گھر سے باہر کام کرنے سے نہیں روکتے بشرطیکہ مندرجہ ذیل اصول و ضوابط

کے مطابق ہو:

(۱) عورت خود اُس کام کی ضرورت مند ہو یا معاشرہ اور سماج ایسے کام کا ضرورت مند ہو اور مردوں میں سے کوئی اسے انجام نہ دے سکے۔

(۲) یہ سب اپنے گھریلو کام و کاج جو کہ اُس کی بنیادی ذمہ داری ہے کرنے کے بعد ہو۔

(۳) یہ کام مردوں سے بالکل الگ تھلگ عورتوں کے دائرہ کار میں ہو۔ جیسے عورتوں کی تعلیم و تربیت، اُن کا علاج و معالجہ یا دیکھ ریکھ وغیرہ۔

(۴) اسی طرح عورت کے لیے دینی تعلیم حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ دینی امور کا سیکھنا عورت پر فرض اور واجب ہے نیز عورتوں کے دائرے میں رہتے ہوئے دینی تعلیم دینے میں بھی کوئی ممانعت نہیں، جس طرح ابتداء اسلام میں عورتیں تعلیم حاصل کرتی اور دینی تعلیم دیتی تھیں اور مسجدوں میں حاضر ہوتی تھیں اُسی طرح مسجدوں اور دینی پروگراموں میں شرعی پردے کے دائرے میں رہتے ہوئے شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

## دوسری فصل

# عورتوں کی جسمانی زیب و

## زینت کے خصوصی احکام

(۱) فطری خصلتوں میں عورت سے ہر وہ کام مطلوب ہے جو اس کے ساتھ خاص اور شایانِ شان ہے، جیسے ناخن کاٹنا اور اس کی پابندی کرنا، کیونکہ حدیث پاک میں ناخن کاٹنا خصالِ فطرت میں مذکور ہونے کے باعث اور اہل علم کی متفقہ رائے کے مطابق سنت ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ ناخن کاٹنے میں خوبصورتی اور صفائی ہے اور اس کو لمبا باقی رکھنے میں بدصورتی اور دردوں سے مشابہت ہے، نیز اس کے نیچے تہ تہ گندگی جمع ہونے اور اس کے اندر تک پانی نہ پہنچنے کا سبب ہے، مگر بصد افسوس کچھ مسلمان عورتیں کافرہ عورتوں کی تقلید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جہالت کے سبب لمبے ناخن رکھنے کی عادی ہیں۔

(جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس من الفطرة۔ الختان والاستحداد وتقليم الأظافر و نشف الإبط و قص

الشارب“ (متفق علیہ)

[پانچ فطرت کی خصلت ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا اور مونچھ کاٹنا۔ از مترجم]

عورتوں کے لیے بغل اور زیر ناف کے بالوں کا صاف کرنا مسنون ہے کیونکہ اس کے اندر خوبصورتی و صفائی ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ صاف کیا جائے یا چالیس دن سے زیادہ نہ

چھوڑا جائے، حدیث پاک میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَقَّتْ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَرِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ  
الانْتِرَاكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً (صحیح مسلم: 285)

[ مونچھ کاٹنے، ناخن کاٹنے، زیر ناف کا بال صاف کرنے، بغل کے بال اکھیڑنے کے سلسلے  
میں ہمارے لیے وقت متعین کر دیا گیا ہے کہ ہم چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں ]

(۲) عورت کے سر اور ابرو کے بال کیسے ہوں؟

بالوں میں خضاب لگانے اور رنگنے کا شرعی نقطہ نظر:

### الف

ایک مسلمان عورت سے اپنے سر کے بال بڑھانا مطلوب ہے۔ بلا کسی ضرورت سر کے بال  
مونڈنا اور تراشنا حرام ہے۔ سعودی عرب کے مفتی شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ نے  
فرمایا ہے [ عورتوں کا بال مونڈنا یا تراشنا اُس حدیث کی بنیاد پر قطعاً جائز نہیں جسے امام نسائی  
رحمہ اللہ نے اپنی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور امام بزار رحمہ اللہ نے اپنی  
سند سے عثمان رضی اللہ عنہ سے اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی  
ہے:

قالوا: نهى رسول الله ﷺ أن تحلق المرأة رأسها  
[ لوگوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنا سر مونڈنے سے منع فرمایا ہے ]

(ضعیف سنن ترمذی / ۹۱۴۔ از مترجم)

لہذا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ممانعت آجائے اور اس کے خلاف کوئی دوسرا حکم وارد نہ ہو تو ایسی  
صورت میں اُس ممانعت کا تقاضا حرمت ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مشکاة کی شرح مرقاۃ  
میں لکھا ہے: کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ”کہ عورت کو اپنا سر مونڈنے سے منع کیا گیا ہے“ اس  
وجہ سے کہ عورت کی چوٹیاں خوبصورتی اور ہیبت و صورت میں مردوں کی داڑھیوں کے مانند

(ہیں) (مجموع فتاویٰ شیخ محمد ابراہیم: 2/49)

البتہ عورت کا اپنے سر کے بال کاٹنا، بناؤ سنگار اور زیب و زینت کے علاوہ کسی اور ضرورت کی وجہ سے ہوتو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے کہ وہ اس کا اہتمام نہ کر پاتی ہو یا اتنا زیادہ لمبا ہو گیا ہو جو اس کی پریشانی کا سبب ہو۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کچھ بیویاں آپ کی وفات کے بعد کرتی تھیں کیونکہ وہ زیب و زینت چھوڑ چکی تھیں اور لمبے بال رکھنے سے بے نیاز ہو چکی تھیں۔ اور اگر بال کاٹنے کا مقصد فاسقہ اور کافرہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا ہوتو بلاشبہ حرام ہے کیونکہ عمومی طور پر کافروں اور عورت کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اگر اس سے مقصد بناؤ سنگار اور زیب و زینت ہے تو ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جائز نہیں۔

ہمارے شیخ محمد الامین شہنقیطی رحمہ اللہ اپنی شاہکار تفسیر ”أضواء البیان“ میں فرماتے ہیں: ”عورت کا اپنے سر کے بال جڑ کے قریب تک کاٹنے کی عادت جو بہت سارے ملکوں میں رائج ہے یہ ایک حد تک مغربی طور طریقے کی تقلید ہے جو کہ اسلام سے قبل عرب عورتوں اور مسلمان عورتوں کے طور طریقے کے خلاف ہے نیز یہ ان تمام انحرافات اور بے راہ روی میں سے ہے جو دین، اخلاق اور علامات و خصوصیات وغیرہ میں عام فتنے ہیں۔“

پھر شیخ نے اُس حدیث

أَنَّ زَوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ يَأْخُذْنَ مِنْ رُؤْسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ  
(صحیح مسلم: 320)

[نبی ﷺ کی بیویاں اپنے بالوں کو کانوں کی لوتک کاٹتی تھیں]

کا جواب دیا ہے کہ ازواجِ مطہرات نے اپنے سروں کے بالوں کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد کاٹا ہے، وہ سب آپ کی زندگی میں آرائش و زیبائش کرتی تھیں اور ان کی سب سے بڑی زینت ان کے بال تھے۔ لیکن وفاتِ رسول ﷺ کے بعد ان کے لیے ایک خاص

حکم ہے جس میں پوری روئے زمین کی عورتیں ان کے ساتھ شریک نہیں ہیں یعنی مکمل طریقے سے شادی سے قطع تعلق اور شادی کے سلسلے میں مکمل محرومی اور عدم خواہش۔ گویا نبی کریم ﷺ کے باعث اپنی پوری زندگی عدت گزارنے والیوں کے مانند ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ  
أَبْدًا إِنَّ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (سورہ احزاب: 53)

[یہ تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ ہی یہ حلال ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا (گناہ) ہے]

اور مکمل طور سے مردوں سے محرومی و مایوسی بسا اوقات زیب و زینت کے متعلق بعض چیزوں کے حلال ہونے کا سبب ہو جاتی ہے جو اس کے علاوہ سبب سے نہیں ہوتی (دیکھئے: اضواء البیان: ج 5/ 601-598)

اگر شوہر بال کاٹنے کا حکم دے تو اس کام میں اس کی فرماں برداری جائز نہیں کیونکہ اللہ کی معصیت کے کاموں میں کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔

چنانچہ عورت پر یہ واجب اور ضروری ہے کہ وہ اپنے بال کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے اور ان کی چوٹیاں بنائے، البتہ یہ بھی یاد رہے کہ پورے بال کو اکٹھا کر کے جوڑا بنا کر سر پر رکھ لینا یا گدی کے پیچھے کر دینا جائز نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 22/ ص 145) میں لکھا ہے ”جیسا کہ بعض فاحشہ عورتیں بالوں کی ایک چوٹی بنا کر دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتی ہیں“ (یہ بھی ناجائز ہے)

اور شیخ محمد بن ابراہیم مفتی سعودی عرب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”اور عصر حاضر میں عورتوں کا سر کے بال کنگھی کر کے ایک کنارے گدی کی جانب اکٹھا کر لینا یا سر کے اوپر کر لینا جائز

نہیں جیسا کہ انگریز کی عورتیں کرتی ہیں کیونکہ اس میں کافرہ عورتوں کی مشابہت ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صنفان من اهل النار لم أرهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات، مائلات حميلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا (صحیح مسلم: 2128)

[دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک تو وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جس سے لوگوں کو مارتے ہیں، دوسری وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود نکلی ہیں (یعنی چھپائے جانے والے اعضاء کھلے ہیں جیسے سر، پیٹ، پاؤں وغیرہ یا ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں جن میں سے بدن جھلکتا اور نظر آتا ہے یا اسقدر رنگ اور چست ہوتا ہے کہ بدن کا نشیب و فراز عیاں اور ظاہر رہتا ہے تو گویا وہ نکلی ہیں۔ از مترجم) دوسرے کو مائل کرنے والی اور خود مائل ہونے والی ہیں ان کے سر بختی (ایک قسم کا عمدہ لمبی گردن والا اونٹ ہے) اونٹ کے مائل کو ہان کی طرح ہیں۔ وہ جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ انھیں جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہے]

بعض علماء کرام نے ”مائلات حميلات“ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ [وہ کنگھیاں کر کے بال کو ایک جانب جھکا کر اوپر رکھ لیتی ہیں جو کہ فاحشہ عورتوں کا طریقہ ہے، اور اس طرح دوسری بھی کرتی ہیں حالانکہ یہ انگریز عورتوں یا ان مسلمان عورتوں کا طریقہ ہے جو انگریزوں کی روش اختیار کرتی ہیں]

(مجموع فتاویٰ الشیخ: ج 2/ ص 47۔ الايضاح والتبيين: 85)

جس طرح ایک مسلمان عورت کے لیے بلا ضرورت سر کے بال کا ٹنا یا مونڈنا منع ہے اسی

طرح بالوں کا جوڑا لگانا بھی منع ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:

لعن رسول الله ﷺ الواصلة والمستوصلة

(بخاری: 5096۔ مسلم: 2124)

[رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں میں جوڑ لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت فرمائی ہے]

وَاصِلَهٗ سے مراد وہ عورت ہے جو اپنے بال میں بالوں کا جوڑ لگاتی ہے اور مُسْتَوْصِلَهٗ سے مراد وہ عورت ہے جس کے ساتھ بال جوڑنے کا کام کیا جائے کیونکہ اس میں دھوکہ اور جھوٹ ہے۔

واضح رہے کہ بال جوڑنا جو ممنوع ہے اسی کے حکم میں موجودہ دور کی بال والی چوٹی بھی شامل ہے۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو انھوں نے خطبہ دیا اور بال کا ایک گولا گچھا نکالا نیز فرمایا: تمہاری عورتوں کو کیا ہو گیا ہے وہ اپنے سروں میں اس طرح لگاتی ہیں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے:

ما من امرأة تجعل في رأسها من شعر غيرها الا كان زورا

[جو بھی عورت اپنے سر میں دوسرے کا بال لگائے گی تو وہ دھوکا اور جھوٹ ہے]

ب

بھوں کے کم یا زیادہ بال نوچنا یا زائل کرنا، بھوس پتلی کرنا عورت پر حرام ہے، چاہے جس ذریعہ سے نکالا جائے، چھیل کر یا کاٹ کر یا بال زائل کرنے والی کوئی چیز استعمال کر کے کیونکہ ایسا کرنے والی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے:

لعن رسول الله ﷺ النامصة والمتنصبة

(بخاری: 4604۔ مسلم: 2125)

[نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بال اکھیڑنے والی اور اکھڑوانے والی پر لعنت بھیجی ہے]

نامصۃ سے مراد وہ عورت ہے جو زیب و زینت کی خاطر اپنے بھوں کے سارے بال یا کچھ بال نکالے اور متنمصۃ سے مراد وہ عورت ہے جس کے ساتھ ایسا کیا جائے۔ ایسا کرنا اللہ کی خلقت میں وہ تبدیلی کرنا ہے جس کے سلسلے میں شیطان نے عہد کیا ہے کہ وہ آدم کی اولاد کو اس کے کرنے کا حکم دے گا جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا مَرْمَرَةٌ لَهُمْ فَلَيعَبَّرْنَ اللَّهُ (سورہ نساء: 119)

[اور ان سے کہوں گا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت بگاڑیں گے]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن الله الواشمات و المستوشمات و النامصات و المتنصات و المتفلجات للحسن المغيرات خلق الله (مسلم: 2125)

[اللہ تعالیٰ نے گودنا گودنے والیوں، گدانے والیوں، بھوں کے بال نکالنے والیوں اور نکلوانے والیوں، دانتوں کو خوبصورتی کے لیے کشادہ کرنے والیوں (تا کہ کم سن لگیں) اللہ کی بنائی ہوئی شکل و خلقت بدلنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے] پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں میں ان لوگوں پر لعنت نہ بھیجوں جن پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں ہے (یعنی اس فرمان الہی میں):

وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوا وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

[جو رسول تم کو دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (2/359 مطبع دارالاندلس) میں ذکر فرمایا ہے:

”اور آج اس خطرناک مصیبت (جو کہ گناہ کبیرہ میں سے ایک بڑا گناہ ہے) میں اکثر و بیشتر عورتیں ملوث ہیں ایسا لگتا ہے کہ بال اکھیڑنا عصر حاضر کی ضروریات میں سے ہو گیا ہے، حالانکہ اگر شوہر عورت کو اس کام کا حکم بھی دے تب بھی فرماں برداری جائز نہیں کیونکہ یہ مصیبت اور نافرمانی ہے۔“

## ج

حسن و خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنا عورت پر حرام ہے یعنی ریتی وغیرہ سے اس طرح رگڑ دیا جائے کہ حسن و جمال کے لیے دانتوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی ہو جائے۔

البتہ اگر دانتوں میں بدصورتی ہو اور اُس بدصورتی کو دور کرنے کے لیے آپریشن یا کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت ہو یا دانتوں میں کھوکھلا پن ہو اور اُس کو ختم کرنے کے لیے درستگی اور اصلاح کی ضرورت ہو تو ایسا کرانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ایک طرح سے علاج و معالجہ اور بدصورتی دور کرنا ہے نیز یہ کام اس بیماری کے مخصوص لیڈی ڈاکٹر کے ذریعہ ہوگا۔

## د

عورت کا اپنے جسم میں کسی جگہ گودنا گدانا حرام ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے گودنا گودنے اور گدوانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔ گودنا گودنے والی اُس عورت کو کہتے ہیں جو ہاتھ یا چہرہ وغیرہ میں سوئی چھو کر سوراخ میں سرمہ یا روشنائی بھرتی ہے اور جس کے ہاتھ پر یہ کام کیا جائے اُس کو گدوانے والی عورت کہتے ہیں۔ یہ عمل حرام بلکہ بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس کام کے کرنے اور کرانے والی پر لعنت بھیجی ہے اور لعنت صرف بڑے گناہوں ہی پر ہوتی ہے۔

## ہ

عورتوں کے لیے خضاب لگانے اور سونے کا زیور پہننے کا حکم: امام نووی رحمہ اللہ نے مجموع (1/324) میں ذکر کیا ہے کہ ”شادی شدہ عورت کا دونوں ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگانا مشہور و وارد شدہ حدیثوں کی بنیاد پر مستحب اور بہتر ہے“ امام نووی رحمہ اللہ کا اشارہ اُس حدیث کی طرف ہے جسے ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن كريمة قالت سمعت عائشة سألتها امرأة عن الخضاب بالحناء؟  
فقلت لا بأس به ولكن أكره هذه لأن حبي ﷺ كان يكره ريجه تعنى  
النبي ﷺ،

[ كريمة سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ ایک عورت نے ان سے  
مہندی کا خضاب لگانے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں  
لیکن میں ناپسند کرتی ہوں کیونکہ میرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خوشبو اور بو کو ناپسند  
فرماتے تھے ]

(علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث  
الضعیفہ حدیث نمبر 4290، ضعیف سنن نسائی: 25105)  
اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

أن امرأة مدت يدها الى النبي ﷺ بكتاب ففقبض يده فقالت: يا  
رسول الله! مدت يدي إليك بكتاب فلم تأخذها! فقال: إني لم  
أدرى أيد أم أمأة هي أو رجل! قالت: بل يدي أمأة، قال: لو كنت امرأة  
لغيرت اظفارك بالحناء

[ ایک عورت نے (پردہ کے آڑ سے) کتاب لے کر اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
بڑھایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا، اُس عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!  
میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کی طرف کتاب بڑھائی آپ نے اُس کو نہیں لیا؟ آپ نے  
فرمایا: میں نہیں جانتا کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ عورت نے کہا: بلکہ عورت کا ہاتھ  
ہے۔ اُس پر آپ نے فرمایا: اگر عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی سے رنگ لیتی [اس کو  
امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

(علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن نسائی: 5104 میں صحیح کہا ہے۔ از مترجم)

لیکن عورت اپنے ناخن کو ان چیزوں سے بالکل نہ رنگے جو ناخنوں پر جم جائیں اور پاکی کے لیے مانع ہوں (جیسے ناخونی پالش وغیرہ)

۲۔ البتہ جہاں تک عورت کا اپنے سر کے بال رنگنے کا مسئلہ ہے تو اگر کچھ بال سفید ہوں تو وہ کالا کرنے کے علاوہ کسی اور چیز سے رنگ سکتی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عمومی طور پر کالے کرنے والی چیزوں سے رنگنے سے منع فرمایا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أتى بأبي قحافه يوم فتح مكة، ورأسه ولحيته كالشغامة بياضاً فقال

رسول الله ﷺ: غيروا هذا بشئى، واجتنبوا السواد

[فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کو لایا گیا، ان کا سر اور داڑھی ٹغامہ (ایک قسم کا سفید پھولوں والا درخت) کی طرح بالکل سفید تھا تو رسول ﷺ نے فرمایا اس (سفیدی) کو کسی چیز سے بدل لو اور کالا استعمال کرنے سے بچو] اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

(یہ حدیث صحیح ہے، دیکھیے: سلسلۃ الصحیحہ للالبانی: 496۔ از مترجم)

امام نووی ریاض الصالحین (ص 626) میں فرماتے ہیں:

”عورت اور مرد کو اپنے بال کالی چیزوں سے رنگنے سے منع کیا گیا ہے“ اور مجموع (ج 1/ص 324) میں ہے ”کالے رنگ کا خضاب لگانے کی ممانعت کے سلسلے میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، یہی ہمارا مذہب ہے“

اگر عورت اپنے کالے بالوں کو کالے کے علاوہ دوسرے رنگ سے رنگے اور مقصد یہ ہو کہ کوئی دوسرا رنگ اور کلر اختیار کر جائے تو میرا خیال ہے کہ یہ جائز نہیں، کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ بالوں کا کالا پن ہی خوبصورتی ہے یہ کوئی بدصورتی نہیں ہے کہ اس کے بدلنے کی حاجت ہو نیز اس وجہ سے بھی کہ اس عمل میں کافر غیر مسلمان عورتوں کی مشابہت ہے۔

۳۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے سونے و چاندی کے زیورات استعمال کرنا حلال ہے جیسا کہ عادت ہے لیکن غیر محرم مردوں کے لیے عورت کا اپنے زیورات ظاہر کرنا

جائز نہیں بلکہ اسے چھپائے گی خاص کر گھر سے نکلنے وقت اور جب مردوں کا سامنا ہو، کیونکہ یہ فتنہ ہے اور عورت کو جب اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ مرد لوگ اس کے اُن زیوروں کی جھنکار یا کھنکھناہٹ کو سنیں جو کپڑوں کے اندر اس کے پیر میں ہیں، تو ظاہری زیوروں کا تو اس سے اہم معاملہ ہے، اللہ نے فرمایا:

وَلَا يَصْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ (سورہ نور: 31)

[اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ اُن کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے] (مذکورہ آیت کریمہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عورت کو اس انداز سے چلنا چاہیے کہ اس کے زیورات کی جھنکار مردوں کے کان سے نہ ٹکرائے تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اس میں اونچی ایڑی کے وہ سینڈل اور جوتے چپل بھی آجاتے ہیں جنہیں پہن کر چلتے وقت ٹک ٹک کی آواز آتی ہے جو کسی زیور کی آواز سے کم نہیں ہوتی۔ یہ سارے احکامات صرف اس لیے ہیں تاکہ عورت کی عصمت محفوظ رہے اور کسی بھی طرح سے شیطان کا حربہ نہ ہی عورت پر چل پائے اور نہ مردوں پر۔ اللہ تعالیٰ مسلمان مرد و عورت کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے۔ آمین، از مترجم)

## تیسری فصل

# حیض، استحاضہ اور نفاس

## کے احکام

### حیض کا لغوی معنی

بہاؤ ہے اور شریعت کی اصطلاح میں حیض وہ خون ہے جو عورت کے رحم (بچہ دانی) کی گہرائی سے بغیر کسی بیماری کے معلوم وقتوں میں نکلتا ہے ”یعنی ماہواری“، حیض وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کی فطرت میں رکھ دی ہے، باری تعالیٰ نے حیض کے خون کو مدتِ حمل میں بچہ دانی کے اندر بچہ کی غذا کی خاطر پیدا فرمایا ہے، پھر یہی خون ولادت کے بعد دودھ کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے اور جب عورت حمل یا دودھ پلانے کی حالت میں نہیں ہوتی تو اس خون کا کوئی مصرف یا کام نہیں ہوتا، چنانچہ مخصوص وقتوں میں نکلتا ہے جو عادت یا ماہواری کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

### حیض آنے کی عمر

عام طور پر سب سے کم عمر جس میں عورت کو حیض آتا ہے 9 سال ہے جو 50 سال کی عمر تک جاری رہتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْأَيُّ يَنْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ اُرْتَبْتُمْ فَعِدَّتْهُنَّ ثَلَاثَةٌ  
أَشْهُرٍ وَالْأَيُّ لَمْ يَحْضَنْ (سورہ طلاق: 4)

[تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی

عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو [ لہذا حیض سے ناامید عورتیں وہ ہیں جو پچاس سال کی ہو گئی ہوں اور جنھیں نہ آئے وہ نو (9) سال سے کم عمر والی ہیں۔  
 (ایسا بہت کم ہی ہوتا ہے کہ 9 سال سے پہلے کسی لڑکی کو حیض آئے یا سرے سے پوری عمر ہی نہ آئے۔ از منترجم)

### حیض کے احکام

(1) حالت حیض میں عورت کی شرمگاہ میں جماع اور ہمبستری کرنا حرام ہے۔ اللہ نے فرمایا:  
 وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَىٌّ فَاعْتَرِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَظْهَرْنَ فَإِذَا تَظَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (سورہ بقرہ: 222)

[ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں گندگی سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے، اللہ تو بہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے ]

ہمبستری کرنے کی حرمت اُس وقت تک باقی رہے گی جب تک کہ حیض کا خون آنا بند نہ ہو اور عورت غسل نہ کر لے کیونکہ اللہ نے فرمایا:

وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَظْهَرْنَ فَإِذَا تَظَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ (سورہ بقرہ: 222)

[ اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ مکمل طور سے پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے ]

البتہ ماہواری کی حالت میں شوہر کے لیے شرمگاہ میں ہمبستری کرنے کے علاوہ ہر طرح سے

لطف اندوز ہونا جائز ہے جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے:

اصنعوا كل شئ الا النكاح (صحیح مسلم: 302)

[بہبستری کے علاوہ ہر کام کرو]

(۲) حالت حیض میں عورت صوم و صلاۃ (نماز و روزہ) ترک کر دے گی اُس کے لیے اس حالت میں صوم و صلاۃ ادا کرنا حرام ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے:

”... أليس اذا حاضت المرأة لم تصل ولا تصوم....“

(بخاری: 298)

[کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت حالت حیض میں نہ صلاۃ ادا کرتی ہے اور نہ صوم رکھتی ہے؟] البتہ حائضہ عورت حیض سے پاکی حاصل کرنے کے بعد صوم (روزہ) کی قضا کرے گی صلاۃ (نماز) کی قضا نہیں کرے گی کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كنا نحیض علی عهد رسول الله ﷺ فكننا نؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة (مسلم: 335)

[ہم زمانہ رسول ﷺ میں حائضہ ہوتی تھیں تو ہمیں صوم کے قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور صلاۃ قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا]

صوم اور صلاۃ میں فرق کی وجہ (اللہ سب سے زیادہ جانتا) یہ ہے کہ صوم کے برعکس صلاۃ بار بار آتی ہے لہذا مشقت و پریشانی کے باعث حائضہ عورت پر اس کی قضا واجب نہیں ہے۔

(۳) حائضہ عورت کے لیے بغیر کسی حائل کے قرآن مجید چھونا حرام ہے، اللہ نے فرمایا ہے:

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْبِطْهُرُونَ (سورہ واقعہ: 79)

[اس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں]

ساتھ ہی ساتھ وہ خط بھی دلیل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کے پاس لکھا تھا کہ

لا يمس القرآن إلا طاهر (نسائی: 1374)

(اس حدیث کو لوگوں نے متواتر کے مشابہ ہونے کی بنیاد پر قبول کیا ہے۔ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے مختلف اسناد کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے ارواء الغلیل / ۱۲۲۔ صحیح الجامع / ۷۸۰۔ از منترجم)

[قرآن کو صرف پاک آدمی ہی چھوسکتا ہے]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”ائمہ اربعہ کے نزدیک قرآن کریم صرف پاک آدمی ہی چھوسکتا ہے“

البتہ حائضہ عورت کا قرآن مجید چھوئے بغیر پڑھنے کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے، بہتر یہ ہے کہ صرف ضرورت پر پڑھے جیسے کہ بھول جانے کا خطرہ ہو (واللہ اعلم)

(۴) حائضہ عورت کے لیے کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے کیونکہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوئی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تھا:

”.. افعلى ما يفعل الحاج غير أن لا تطوفى بالبيت حتى تطهري..“

(بخاری: 1567۔ مسلم: 1211)

[تم وہ سب کام کرو جو حاجی کرتا ہے سوائے اس کے کہ جب تک پاک نہ ہو جاؤ کعبہ کا طواف نہ کرو]

(۵) حائضہ عورت پر مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا أحل المسجد لحائض ولا جنب

[میں حائضہ عورت اور جنبی آدمی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا]

(اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف شمار کیا ہے، ارواء الغلیل ج 1، ص 210 حدیث نمبر 193 از منترجم)

اور فرمایا:

إن المسجد لا يحل لحائض ولا جنب

[مسجد حائضہ اور جنبی آدمی کے لیے حلال نہیں ہے]

(اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے یہ حدیث بھی ضعیف ہے، ضعیف سنن ابوداؤد حدیث نمبر 122-1650 از مترجم)

ہاں بغیر ٹھہرے عورت کا مسجد کے اندر سے گزرنا جائز ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا:

نأولني الخمرة من المسجد فقلتُ إني حائضُ فقال: إن حيضتك ليست بيدك (مسلم: 298)

[اے عائشہ میرے لیے مسجد سے کھجور کی چٹائی اٹھا دو! تو میں نے کہا کہ میں حائضہ ہوں اس پر آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے] حائضہ عورت ذکر واذکار، تہلیل و تکبیر، دعائیں، صبح و شام کے ثابت اور اذکار، سونے جاگنے کے وقت کی دعائیں وغیرہ پڑھ سکتی ہے۔ اسی طرح فقہ، حدیث، تفسیر نیز دوسری علمی و دینی کتابیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عورت کی شرمگاہ سے زرد یا مٹھیلا (خاکستری) رنگ کی چیزوں کے نکلنے کا حکم اگر مدت حیض میں عورت کی شرمگاہ سے زرد خاکستری یا مٹھیلا رنگ کی کوئی چیز نکلے تو ایسی صورت میں عورت اسے حیض شمار کرے گی اور مذکورہ سارے حیض کے احکام اس پر نافذ ہوں گے۔ اور اگر مدت حیض کے علاوہ دنوں (پاکی کے بعد) میں نکلے تو عورت اس کو کچھ بھی شمار نہیں کرے گی بلکہ اپنے آپ کو پاک صاف شمار کرے گی۔ کیونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

كنا لا نعد الا الكدررة و الصفرة بعد الطهر شيئاً  
[پاکی کے بعد ہم مٹھیلا اور زرد مادہ کو کچھ نہیں شمار کرتی تھیں]

اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام بخاری (326) نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری کی روایت میں (پاکی کے بعد) والا جملہ نہیں ہے، محدثین کے نزدیک اس کا حکم مرفوع کا حکم

ہے کیونکہ یہ حدیث تقریری ہے اور اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ پاکی سے پہلے زردی اور مٹیلا پن حیض ہے لہذا حیض کے احکام لاگو ہوں گے۔

عورت کیسے سمجھے کہ اس کا حیض ختم ہو گیا؟

☆ عورت حیض کا ختم ہونا خون بند ہو جانے سے جان سکے گی اور یہ دونشانیوں میں سے کسی ایک نشانی کے پائے جانے سے معلوم ہوگا۔

پہلی نشانی:

چونے کے مانند سفید پانی کا نکلنا۔ حیض کے بعد سفید پانی نکلتا ہے جو چونے کے پانی کی طرح ہوتا ہے اور کبھی کبھار سفید کے علاوہ کسی اور رنگ کا ہوتا ہے، عورت کی حالت کے اعتبار سے اس کا رنگ اور کلر بدلتا رہتا ہے۔

دوسری نشانی:

خشکی: یعنی عورت اپنی شرمگاہ میں کپڑا یا روئی ڈال کر نکالے اگر کپڑا یا روئی سوکھا ہوا نکلے اور اس پر کچھ نہ ہو نہ خون اور نہ زردی یا مٹیلا پن تو یہ حیض کے ختم ہونے کی نشانی ہے۔ (ہو سکتا ہے بعض عورتیں مذکورہ ان چیزوں کا اہتمام نہ کرتی ہوں لیکن ایسا کرنا قطعاً درست نہیں، کیونکہ حیض کا تعلق صوم و صلاۃ سے ہونے کے باعث اس کی شروعات اور ختم ہونے کے بارے میں مکمل جانکاری رکھنا اور اس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ از مترجم)

(۴) حیض ختم ہو جانے کے بعد حائضہ پر کیا ضروری ہے؟

حیض کے ختم ہو جانے کے وقت عورت پر غسل کرنا ضروری ہے یعنی پاکی کی نیت سے اپنے پورے بدن پر پانی استعمال کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

فَإِذَا قَبِلَتْ حَيْضَتِكَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أُدْبِرَتْ فَاعْتَسَلِي وَصَلِّي  
(بخاری: 226۔ مسلم: 333)

[جب تمہارا حیض شروع ہو تو تم صلاۃ چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو تم غسل کرو اور صلاۃ ادا

کرو]

حیض کے بعد غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت ناپاکی دور کرنے یا صلاۃ کے لیے پاکی کی نیت (دل میں ارادہ) کرے پھر بسم اللہ کہے اور اپنے پورے بدن پر پانی انڈیلے نیز اپنے سر کے بالوں کی جڑوں کو خوب بھگو لے، چوٹی کھولنا ضروری نہیں ہے صرف پانی سے تر کر لے، اسی طرح اگر پانی کے ساتھ بیری کے پتے یا صاف کرنے والی چیزیں (صابن وغیرہ) استعمال کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ غسل کرنے کے بعد اپنی شرمگاہ میں خوشبو لگا کر روئی کی پھر بیری رکھنا مستحب اور پسندیدہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اَسْمَاءُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كُوِاسَ كَا حَكْمَ دِيَا تَهَا۔ (بخاری: 308۔ مسلم: 332)

(رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کا طریقہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے مزید تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: [رسول اللہ ﷺ نے غسل کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر شرمگاہ دھویا، پھر بایاں ہاتھ جس سے شرمگاہ دھویا تھا زمین پر رگڑا، پھر اس کو دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ دھویا پھر کہنیوں تک ہاتھ دھویا پھر سر پر پانی ڈالا اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچایا، تین بار سر پر پانی ڈالا پھر سارے بدن پر پانی ڈالا پھر جہاں آپ نے غسل کیا تھا اس جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھویا۔ (صحیح مسلم: 317) حدیث مذکور نیز اوپر کی باتوں کو سامنے رکھ کر اسی طرح ہر مرد و عورت کو غسل جنابت یا غسل حیض و نفاس کرنا چاہیے۔ از مترجم)

ایک۔ اہم آگاہی

اگر حیض یا نفاس والی عورت سورج ڈوبنے سے پہلے پاک ہو جائے اور حیض کا خون آنا بند ہو جائے تو اُس دن کی صلاۃ ظہر اور عصر اس پر پڑھنا ضروری ہے، اور جو عورت ان دونوں سے فجر کی صلاۃ سے پہلے پاک ہو جائے تو اُس پر اُس رات کی صلاۃ مغرب اور عشاء پڑھنا لازمی ہے، کیونکہ عذر کی حالت میں دوسری صلاۃ کا وقت پہلی صلاۃ کا وقت ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاویٰ (ج 22/ ص 434) میں لکھا ہے ”یہی رائے جمہور علماء جیسے امام مالک، شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی ہے کہ اگر حائضہ عورت دن کے اخیر حصہ میں پاک ہو تو وہ ظہر اور عصر دونوں صلاۃ پڑھے گی اور اگر رات کے اخیر حصہ میں پاک ہو تو مغرب اور عشاء دونوں ادا کرے گی۔ عبد الرحمن بن عوف اور ابو ہریرہ وابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے کیونکہ بحالت عذر دو صلاتوں کے درمیان وقت مشترک ہوتا ہے تو جب دن کے اخیر حصہ میں پاک ہوگی تو ظہر کا وقت باقی ہے چنانچہ صلاۃ ظہر کو عصر سے پہلے پڑھے گی اور اگر رات کے اخیر حصہ میں پاک ہوگی تو عذر کی حالت میں صلاۃ مغرب کا وقت باقی ہے لہذا صلاۃ مغرب کو عشاء سے پہلے پڑھے گی۔“

لیکن اگر کسی صلاۃ کا وقت شروع ہو گیا پھر عورت صلاۃ پڑھنے سے پہلے حائضہ ہوگئی یا نفاس شروع ہو گیا تو رائج قول کے مطابق اُس صلاۃ کی قضا اُس عورت پر ضروری نہیں ہے جس کا اول وقت پانے کے بعد پڑھنے سے پہلے حائضہ ہوئی یا نفاس آیا۔ شیخ الاسلام مجموع فتاویٰ (ج 23/ ص 335) میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں ”دلیل کے لحاظ سے امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا مذہب زیادہ رائج ہے کہ اُس عورت پر کوئی چیز ضروری نہیں کیونکہ قضا کسی نئے امر کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور یہاں کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جو عورت پر قضا ضروری قرار دے، نیز اس وجہ سے بھی کہ اُس نے صلاۃ میں تاخیر جائز طور پر کیا ہے لہذا یہ اس کی لاپرواہی بھی نہیں ہے اور سو جانے اور بھول جانے والا اگر افراط کرنے والا نہیں ہے تو جو کچھ وہ کرتا ہے یہ قضا نہیں ہے بلکہ جاگنے یا یاد آنے پر اُس کے حق میں یہی صلاۃ کا وقت ہے“

### استحاضہ کے احکام

(استحاضہ حیض یا نفاس کے علاوہ کثرت سے آنے والے خون کو کہتے ہیں جسکو عرف میں ماہواری کی خرابی یا بیماری کہتے ہیں۔ از مترجم)

استحاضہ بے وقت کثرت کے ساتھ عاذل نامی رگ سے بہنے والے خون کو کہتے ہیں۔ اور وہ عورت جس کا یہ معاملہ ہو اس کو مُسْتَحَاضَةٌ کہا جاتا ہے۔

مستحاضہ عورت کا معاملہ بہت ہی پریشان کن اور مشکل ہوتا ہے کیونکہ حیض کا خون استحاضہ کے خون سے قدرے مشابہ ہوتا ہے۔ عورت کی شرمگاہ سے مسلسل یا اکثر و بیشتر حالات میں خون نکلتا رہے تو عورت کس کو حیض شمار کرے اور کس کو استحاضہ جس کی وجہ سے نہ صلاۃ چھوڑے گی اور نہ صوم، کیونکہ وہ عورت جس کو استحاضہ کا خون آتا ہے وہ پاک عورت کے حکم میں ہے۔

استحاضہ والی عورت کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت:

استحاضہ کی بیماری لاحق ہونے سے پہلے حیض (ماہواری) کا وقت اسے معلوم تھا (کہ کتنے دن حیض آتا ہے) مثال کے طور پر استحاضہ سے پہلے اس کو مہینے کے شروع یا درمیان میں پانچ یا آٹھ روز حیض آتا تھا چنانچہ وہ اس کی تعداد اور وقت جانتی ہے تو ایسی عورت اپنی عادت کے مطابق حیض شمار کر کے صوم و صلاۃ چھوڑ دے گی اس پر احکام حیض کا اعتبار ہوگا اور جب اس کی ماہواری ختم ہو جائے گی تو غسل کرے گی اور صلاۃ ادا کرے گی اور باقی آنے والے خون کو استحاضہ شمار کرے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

”.... امكثي قدر ما كانت تحبسك حيضتك ثم اغتسلي واصلی“

(مسلم: 334)

[تم اُتنے دن تک صلاۃ و صوم سے رکی رہو جتنے دنوں تک تمہارا حیض باقی رہتا ہے پھر غسل کرو اور صلاۃ پڑھو]

اور آپ ﷺ نے فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

..... إنما ذلك عرق وليس بحيض فإذا قبلت حيضتك فدعى الصلاة  
(بخاری: 226\_مسلم: 333)

[وہ ایک رگ ہے حیض نہیں ہے تو جب تمہارا حیض آئے تو صلاۃ چھوڑ دو]  
دوسری حالت:

اگر عورت کے حیض آنے کی کوئی معلوم و معروف حالت نہ ہو (یعنی اسے یہ نہ معلوم ہو کہ کتنے دن حیض آتا ہے) لیکن نکلنے والا خون تمیز کرنے کے لائق ہو اس طرح کہ خون میں حیض کی کچھ مشابہت ہو یعنی کالا یا گاڑھا یا بدبودار ہو جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

إذا كان دم الحيض فإنه اسود يعرف فامسكى عن الصلاة فإذا كان  
الآخر فتوضئى إنما هو عرق

[جب حیض کا خون ہوتا ہے تو وہ کالا ہوتا ہے جو پہچانا جاتا ہے تو ایسی حالت میں صلاۃ سے رُک جاؤ اور جب دوسرا ہو تو تم وضو کرو وہ ایک رگ ہے]  
اس کو نسائی و ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(صحیح سنن ابوداؤد: 285\_ از مترجم)

اور باقی خون حیض کی طرح نہ ہو یعنی سرخ ہو، گاڑھا اور بدبودار نہ ہو تو ایسی صورت میں حیض کی طرح ہونے والا خون حیض کا خون شمار ہوگا، اُس مدت میں عورت صلاۃ و صوم چھوڑ دے گی اور اس کے علاوہ کو استحاضہ شمار کرے گی یعنی حیض کے مانند خون کے ختم ہو جانے کے بعد غسل کرے گی اور صوم و صلاۃ کی ادائیگی کرے گی، اس کا شمار پاک عورتوں میں ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا تھا کہ: ”جب حیض ہو تو وہ کالا ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے تو تم ایسی حالت میں صلاۃ سے رُک جاؤ اور جب دوسری طرح ہو تو وضو کر کے صلاۃ پڑھو“۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ استحاضہ والی عورت خون کی کیفیت کا اعتبار کرے گی یعنی

خون کے ذریعہ حیض اور غیر حیض میں فرق اور تمیز کرے گی۔

تیسری حالت:

اگر عورت کو پہلے سے کوئی ایسی عادت نہ ہو کہ وہ حیض کو جان سکے اور نہ ہی کوئی صفت و کیفیت ہو جس کے ذریعہ حیض اور غیر حیض میں تمیز کر سکے تو وہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت ہر ماہ چھ دن یا سات دن انتظار کرے گی کیونکہ یہی اکثر و بیشتر عورتوں کی عادت ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حمنہ بنت جحش سے فرمایا تھا:

.. إنا ما هي ركضة من الشيطان فتحيضي ستة أيام أو سبعة أيام ثم اغتسلي فإذا استنقأت فاصلي أربعة وعشرين أو ثلاثة وعشرين وصومي وصلي فإن ذلك يجزئك فافعلي كما تحيض النساء [یہ شیطان کا پکوکا ہے لہذا تم چھ دن یا سات دن حیض شمار کرو پھر غسل کر لو، جب پاک ہو جاؤ تو تم چوبیس دن یا تیس دن صوم و صلاہ کرو یہ تمہارے لیے کافی ہوگا اور ویسے ہی کرو جیسا کہ عورتیں حائضہ ہوتی ہیں]

(اس حدیث کو ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے)

(علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ دیکھیے: ارواء الغلیل: ج 1 ص 702 حدیث نمبر 188۔ از مترجم)

گزشتہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جس عورت کے حیض آنے کی کوئی مخصوص عادت ہے وہ اپنی عادت کا اعتبار کرے گی اور جس کو عادت نہیں ہے حیض اور استحاضہ میں تمیز کر کے وہ اپنی تمیز کا اعتبار کرے گی۔ اور جس کی نہ کوئی عادت ہے اور نہ ہی تمیز کر سکتی ہے تو وہ چھ یا سات دن حیض کے ایام شمار کرے گی۔ مذکورہ تینوں صورتوں میں استحاضہ والی عورت کے سلسلے میں وارد شدہ احادیث کے درمیان یہی بہترین تطبیق ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”اور جو علامتیں بتلائی گئی ہیں چھ ہیں: یا تو (عورت کی پہلے سے عادت ہے) تو عادت سب سے مضبوط علامت و نشانی ہے کیونکہ اصل حیض کا پایا جانا ہے۔ یا تو تمیز ہے کیونکہ سرخ خون کی بہ نسبت گاڑھا بدبودار کالا خون حیض کا خون ہونے کا زیادہ حقدار ہے اور یا تو اکثر و بیشتر عورتوں کی عادت کا اعتبار ہے۔ کیونکہ درحقیقت اکثر و بیشتر حالات میں ایک فرد کو عام لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہی تینوں نشانیوں اور علامتوں پر حدیث اور اعتبار دلالت کرتے ہیں۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے باقی نشانیوں کو ذکر کیا ہے اور اخیر میں یہ کہا ہے کہ تمام اقوال میں سب سے درست قول ان علامتوں کا اعتبار کرنا ہے جس کے سلسلے میں سنت وارد ہے اور بقیہ کو چھوڑ دینا ہے۔“

استحاضہ والی عورت کو پاکی کے حکم میں ہونے پر کیا کرنا چاہیے:

(۱) گزشتہ باتوں کے مطابق استحاضہ والی عورت پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اپنے معتبر حیض ختم ہو جانے کے بعد غسل کرے۔

(۲) ہر صلاۃ کے وقت اپنی شرمگاہ سے نکلی ہوئی چیزوں کو زائل کرنے کے لیے شرمگاہ دھوئے اور اس میں روئی یا کوئی اور چیز رکھ لے تاکہ وہ شرمگاہ سے نکلنے والی چیزوں کو روک سکے نیز ایسی چیزوں سے باندھ لے جو روئی وغیرہ کو گرنے سے روک سکے، پھر صلاۃ کا وقت ہونے پر وضو کرے، کیونکہ استحاضہ والی عورت کے سلسلے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

تدع الصلاة أيام أقرأها التي كانت تحيض فيها ثم تغتسل وتوضأ عند كل صلاة وتصوم وتصلی (صحیح سنن ترمذی: 126)

[استحاضہ والی عورت] اپنے حیض کے دنوں میں جس میں وہ حائضہ ہوتی ہے صلاۃ پڑھنا چھوڑ دے گی پھر غسل کرے گی اور ہر صلاۃ کے وقت غسل اور وضو کرے گی اور صوم صلاۃ کرے گی]

اور فرمایا:

أُنْعَتِ لِكِ الْكَرْسِفِ تَحْشِينَ بِه الْمَكَانِ

[میں تمھیں کرسف کی کیفیت بتاؤں کہ جس سے تم جگہ کو بھرو]

(صحیح سنن ترمذی: 128)۔۔ خون کو روکنے یا سُکھانے کے لیے عورتیں جس کپڑے یا روئی کا استعمال کرتی ہیں اُسے کرسف کہا جاتا ہے۔ اور استحضہ کی حالت میں ہمبستری بھی جائز ہے کیونکہ ایسی عورت کا حکم پاک عورت کا ہے۔ (از منترجم)

اس کی حفاظت کے لیے میڈکل اسٹور وغیرہ پر تیار شدہ جو چیزیں موجود ہیں جسے حفاظتِ طبیہ (پیڈ) کہا جاتا ہے، اس کا استعمال بھی ممکن ہے۔

نفاس کے احکام

نفاس:

اُس خون کو کہتے ہیں جو بچہ کی پیدائش کے وقت اور اس کے بعد (رحم) بچہ دانی سے نکلتا ہے۔ یہ اُس خون کا باقی حصہ ہوتا ہے جو بچہ دانی میں حمل کے وقت رُکار رہتا ہے، اور عورت جب بچہ جن دیتی ہے تو یہ خون تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے۔ اسی طرح ولادت سے پہلے ولادت کی نشانیوں کے ساتھ جو خون نکلتا ہے وہ بھی نفاس ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک دو یا تین روز پہلے نکل سکتا ہے اور عام طور پر اس خون کے نکلنے کی شروعات ولادت اور زچگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

ولادت کا اعتبار اُس وقت ہوگا جب پیدا ہونے والے بچے میں انسانی شکل و صورت اور خلقت ظاہر ہو جائے۔ سب سے کم مدت جس میں انسان کی خلقت اور شکل و صورت ظاہر ہوتی ہے اکیاسی دن (81) اور اکثر و بیشتر تین ماہ ہے لہذا اگر اس مدت سے پہلے عورت کے بدن سے کوئی چیز نکلے یا حمل ہو اور خون جاری ہو جائے تو وہ اس کی پروا نہیں کرے گی نیز اس کی وجہ سے صوم و صلاہ نہیں چھوڑے گی کیونکہ یہ خراب خون ہے، ایسی عورت کا حکم استحضہ والی عورت کا حکم ہوگا۔

عام طور پر نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت (40) چالیس دن ہے زچگی یا اس سے دو یا تین دن پہلے سے (جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے) شروع ہوگا۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

”... كانت النفساء تجلس على عهد رسول الله ﷺ اربعين يوماً“  
[زمانہ رسول ﷺ میں نفاس والی عورتیں (40) چالیس دن انتظار کرتی تھیں] (اس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے)

( علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن اور صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن ترمذی: 139۔ از مترجم )  
نیز امام ترمذی وغیرہ نے اس بات پر اہل علم کا اجماع ذکر کیا ہے۔

جب عورت چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے یعنی نفاس کا خون آنا بند ہو جائے تو عورت غسل کر کے صلا پڑھے گی، نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد متعین نہیں ہے کیونکہ اس کی تعین کے سلسلے میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے لہذا جب چالیس دن پورے ہو جائیں اور اس کے باوجود خون کا آنا بند نہ ہو اور اگر نفاس کے ساتھ ساتھ عادت کے مطابق عورت کو حیض آنا بھی شروع ہو گیا ہو تو اس کو حیض شمار کرے گی اور اگر حیض نہیں شروع ہوا ہے نیز خون بھی جاری ہے تو ایسی صورت میں وہ استحاضہ کا خون ہے اس کی وجہ سے چالیس دن کے بعد وہ عبادت نہیں چھوڑے گی اور اگر چالیس روز سے زیادہ آئے لیکن مستمر نہ ہو اور نہ ہی عادت کے مطابق حیض ہو تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

نفاس کے متعلق چند احکام:

(1) جس طرح حائضہ عورت سے جماع اور ہمبستری حرام ہے اسی طرح نفاس والی عورت سے بھی حرام ہے البتہ ہمبستری کے علاوہ دیگر انداز سے لطف و لذت حاصل کرنا حلال ہے۔

(حائضہ اور نفاس والی عورتوں سے جماع اور ہمبستری کے علاوہ کھانا پینا، ساتھ میں سونا دوسرے انداز سے لذت حاصل کرنا بالکل حلال اور جائز ہے اس سلسلے میں کئی حدیثیں موجود ہیں: (1) عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے حائضہ عورت کے ساتھ کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ

کھاؤ (صحیح ابن ماجہ: 651) (۲) حائضہ عورت سے دوسرے انداز سے لذت لینے (مباشرت) کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہتی ہیں: کہ جب میں حائضہ ہوتی تو آپ ﷺ مجھے لنگوٹی باندھنے کا حکم دیتے پھر آپ مجھ سے مباشرت (چمڑے سے چمڑا ملانا) کرتے۔ (صحیح سنن ابوداؤد: 260) البتہ ایسی حالت میں ہمبستری حرام ہے، فرمان رسول ﷺ ”جو آدمی حائضہ عورت سے ہمبستری کرے یا پانچخانہ کے راستے میں ہمبستری کرے یا کسی کا ہن اور نجومی کے پاس (غیب کی جانکاری وغیرہ کے لیے) جائے تو اُس نے محمد ﷺ پر اتاری گئی چیزوں کا کفر کیا۔ (صحیح ابن ماجہ: 639) بلکہ حیض کی حالت میں اگر کسی سے ممانعت کا علم ہونے کے بعد ایسی غلطی ہو جائے تو اسے ایک دینار (سوا چار گرام سونا) یا آدھا دینار صدقہ کرنے کا حکم ہے (صحیح ابوداؤد: 260) اس مسئلہ میں جہالت کے باعث اکثر لوگوں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں جبکہ اس کا طبی نقصان بھی ہے۔ اور لوگوں کے اندر جو یہ بات مشہور ہے کہ حیض و نفاس والی عورت سے کسی طرح کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے یہ یہودیوں کا طریقہ ہے جن کی مخالفت کرنے کا حکم ہے۔ **ازمنترجم**

(۲) حائضہ عورت کے مانند نفاس والی عورتوں پر صلاۃ و صوم اور کعبہ کا طواف حرام ہے۔  
 (۳) حائضہ عورت کی طرح نفاس والی عورتوں پر قرآن چھونا اور قرآن پڑھنا حرام ہے۔ **إلا** یہ کہ قرآن بھول جانے کا خوف ہو۔

(قرآن چھوئے بغیر اس کی تلاوت کے سلسلے میں کوئی صریح نص ایسی نہیں ہے جو ایسی عورتوں کو تلاوت قرآن سے روکتی ہو۔ اس بارے میں جو حدیث علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ صرف جُنُبِی کے بارے میں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں قرآن مجید نہ پڑھے۔ جہاں تک حیض یا نفاس والی عورت کا تعلق ہے تو اس بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ

روایت:

لا تقراء الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن

[حائضہ اور نفاس والی عورت قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھے]

ضعیف ہے کیونکہ یہ روایت اسماعیل بن عیاش نے اہل حجاز سے نقل کی ہے اور اہل حجاز سے اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے ہاں جنبی آدمی یا عورت کے لیے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا یا زبانی طور پر اس کی تلاوت کرنا جائز نہیں دونوں میں فرق اس لیے ہے کہ جنابت کا وقت مختصر ہوتا ہے لہذا جنبی آدمی کے لیے جنابت کے فوراً بعد غسل کرنا ممکن ہے اس کی مدت لمبی نہیں ہوتی وہ جب چاہے غسل کر سکتا ہے۔ اگر پانی کے استعمال پر قادر نہیں ہے تو تیمم کر سکتا ہے مگر حائضہ یا نفاس والی عورت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ ان کے ہاتھ میں نہیں ہے نیز ان دونوں کی مدت بھی لمبی ہوتی ہے بنا بریں ان کے لیے قرآن مجید کی تلاوت جائز قرار دیا گیا تاکہ وہ اسے بھول نہ جائیں اور تلاوت کلام کے ثواب سے محروم نہ رہیں ان کے لیے کتاب اللہ کی تلاوت اور کتاب اللہ سے شرعی احکام کا سیکھنا جائز ہے اسی طرح قرآن و حدیث پر مبنی دعاؤں پر مشتمل کتابوں کا پڑھنا بھی جائز ہے۔ ماخوذ از فتاویٰ برائے خواتین/جمع و ترتیب محمد عبدالعزیز المسند ص 91، طبع دار السلام ریاض اردو ترجمہ۔ از مترجم)

(۴) حائضہ عورت کی طرح نفاس والی عورتوں پر حالت نفاس میں چھوٹے ہوئے صوم کی قضا کرنا لازمی اور واجب ہے۔

(۵) جس طرح حائضہ عورت پر حیض کے ختم ہوتے ہی غسل کرنا فرض ہے اسی طرح نفاس والی عورت پر بھی نفاس کا خون بند ہوتے ہی غسل کرنا فرض اور ضروری ہے۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیثیں ہیں:

عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: كانت النفساء تجلس على عهد

رسول اللہ ﷺ اربعین یوماً (صحیح سنن ابن ماجہ: 648)  
 [ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نفاس  
 والی عورتیں چالیس دن تک انتظار کرتی تھیں ]

مجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ المنتقی (ج 1/ ص 184) میں فرماتے ہیں ”حدیث کا مفہوم اور  
 معنی یہ ہے کہ انھیں چالیس دن انتظار کرنے کا حکم دیا جاتا تھا تاکہ یہ حدیث جھوٹی نہ ہو  
 کیونکہ کسی بھی زمانہ کی عورتوں کے حیض و نفاس کی عادت کا متفق و متحد ہونا ناممکن ہے۔“

وعن أم سلمة رضي الله عنها قالت: كانت المرأة من نساء النبي ﷺ  
 تقعد في النفاس أربعين ليلة لا يأمرها النبي ﷺ بقضاء صلاة  
 النفاس (صحیح سنن ابوداؤد: 312)

[ ازواج مطہرات میں سے عورت نفاس کی حالت میں چالیس راتیں انتظار کرتی تھی نبی  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نفاس کی (چھوٹی) صلاۃ کی قضا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے ]

فائدہ:

اگر نفاس والی عورتوں کا خون چالیس دن سے پہلے آنا بند ہو جائے اور وہ غسل کر کے صلاۃ ادا  
 کرنے لگے یا صوم رکھنے لگے پھر چالیس دن سے پہلے دوبارہ خون آجائے تو ایسی صورت میں  
 صحیح بات یہ ہے کہ وہ اس کو نفاس شمار کر کے انتظار کرے گی اور درمیان میں پاکی کے وقت جو  
 صوم رکھا ہے وہ صحیح ہے اس کی قضا نہیں کرے گی۔

(دیکھیے: فتاویٰ شیخ محمد بن ابراہیم: ج 2/ ص 102، فتاویٰ شیخ ابن باز رحمہما اللہ مطبوعہ مجلۃ  
 الدعویہ: ج 1/ ص 44، حاشیہ ابن قاسم علی شرح الزاد: ج 1/ ص 405، الدماء الطبیعیۃ للنساء، شیخ  
 ابن عثیمین رحمہ اللہ: ص 55-56، الفتاویٰ السعدیۃ: ص 137)

(اگر نفاس کا خون چالیس دن سے پہلے آنا بند ہو جائے تو ایسی حالت میں شوہر مجامعت اور  
 ہمبستری کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ  
وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَظْهَرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ  
[لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے حالت  
حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ ہاں  
جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے  
(شرمگاہ میں)]

لہذا جب تک ناپاک تھی اُس وقت تک مجامعت اور ہمبستری جائز نہیں تھی اور جب گندگی  
سے عورت پاک ہوگئی تو جماع بھی جائز ہو گیا۔ (فتاویٰ المرأة المسلمہ  
ج 2/ ص 298-299) نیز آیت کریمہ میں جس پاکی کا ذکر ہے اُس کا دو معنی ہے ایک  
خون بند ہو جانا یعنی غسل کیے بغیر بھی پاک ہے۔ ابن حزم اور بعض ائمہ کے نزدیک اُس  
سے ہمبستری کرنا جائز ہے علامہ البانی رحمہ اللہ نے ”آداب الزفاف“ ص 47 پر اسی کی  
تائید کی ہے دوسرا معنی خون بند ہونے کے بعد غسل کر کے پاک ہو جائیں، دوسرے معنی  
کے اعتبار سے عورت جب تک غسل نہ کر لے اُس سے ہمبستری حرام ہے، امام شوکانی رحمہ  
اللہ نے فتح القدیر میں اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ اور احتیاط اسی میں ہے۔ **ازمترجم**)  
دوسرا فائدہ:

شیخ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: گزشتہ باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفاس کے خون  
کی وجہ زچگی اور ولادت ہے اور استحاضہ کا خون بیماری وغیرہ کی وجہ سے آتا ہے اور حیض کا خون ہی  
اصل خون ہے نیز اس سلسلے میں اللہ زیادہ جانتا ہے۔ (کتاب اولی الابصار والالباب: ص 24)  
**ازمترجم:**

ہم ذیل میں حیض، استحاضہ اور نفاس کے سلسلے میں ایک مفید خاکہ ذکر کر رہے ہیں جس سے ان  
شاء اللہ ان کے مسائل سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی:

نفاَس	استِحاضہ	حیض	
وہ خون ہے جو حاملہ عورت سے ولادت کے ساتھ یا ولادت سے پہلے ایک یا دو یا تین دن پہلے سے نکلنا شروع ہوتا ہے	کسی بیماری کی وجہ سے نکلتا ہے حیض کے خون سے کیفیت (رنگ) باریکی اور بو میں مختلف ہوتا ہے	بلوغت کے بعد فطری طور پر عورت کی بچہ دانی سے نکلتا ہے جو کالا گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے	تعریف
ولادت کے ساتھ یا اُس سے ایک یا دو یا تین دن پہلے سے نکلنا شروع ہو جاتا ہے	کوئی متعین وقت نہیں	کم از کم ۹ سال کی عمر سے بند ہونے تک	نکلنے کا وقت
۱۔ ختم ہونے کے بعد غسل کرنا ۲۔ صرف صوم کی قضا کرنا	ہر صلاۃ کے لیے الگ الگ وضو کرنا، دو وقت کی صلاۃ کو ایک ساتھ جمع کر کے پڑھ سکتی ہے مگر ہر ایک کے لیے وضو کرنا ہوگا	۱۔ ختم ہونے کے بعد غسل کرنا ۲۔ صرف صوم کی قضا کرنا	اس سے کیا واجب اور ضروری ہوتا ہے

(۱) صلاۃ (۲) صوم (۳) طواف (۴) مسجد میں ٹھہرنا (۵) ہمبستری (۶) بلاپردہ قرآن کو چھونا	استحاضہ کی حالت میں کوئی چیز حرام نہیں ہے	(۱) صلاۃ (۲) صوم (۳) طواف (۴) مسجد میں ٹھہرنا (۵) ہمبستری (۶) بلاپردہ قرآن کو چھونا	اس حالت میں کیا حرام ہے؟
اس کے ذریعہ عورت طلاق کی عدت گزارے گی اور اپنے روزانہ کے کام کاج اور ذکر و اذکار کر سکتی ہے نیز ہمبستری کے علاوہ شوہر کے ساتھ سب کچھ کر سکتی ہے	کعبہ کے طواف کے دوران خون کی حفاظت کے لیے انڈر ویئر وغیرہ پہن لے کیونکہ وہ پاک عورت کے حکم میں ہے	اس کے ذریعہ عورت طلاق کی عدت گزارے گی اور اپنے روزانہ کے کام کاج اور ذکر و اذکار کر سکتی ہے نیز ہمبستری کے علاوہ شوہر کے ساتھ سب کچھ کر سکتی ہے۔	مسائل

### مانع حیض گولیوں کا استعمال؟

ہر وہ چیز جس کے ذریعہ عورت حیض کو روک سکے اُس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ دوا اُس کی صحت کے لیے نقصان دہ نہ ہو، اور جب کسی چیز کے استعمال سے حیض کا آنا بند ہو جائے تو صلاۃ و صوم کرنا صحیح ہے جیسے کہ دوسری پاک عورتوں کا یہ سب عمل درست اور صحیح ہے۔

اسقاطِ حمل کا حکم

اے میری مسلمان بہنو! یقیناً شرعی طور سے آپ اُن تمام چیزوں پر نگہبان اور ذمہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچہ دانی اور رحم میں پیدا فرمایا ہے، لہذا اُسے چھپانے کی کوشش بالکل نہ کریں۔ اللہ نے فرمایا ہے:

وَلَا يَجِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ... (سورہ بقرہ: 228)

[اور اُن کے لیے حلال نہیں کہ اللہ نے اُن کے رحم میں (بچہ دانی) جو پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے] کسی بھی ذریعہ اور وسیلہ سے حمل گرانے اور اُس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر نہ کریں، کیونکہ حالت حمل میں اگر آپ کو صوم رکھنے میں مشقت ہوتی ہے یا صوم آپ کے حمل کے لیے نقصان دہ ہے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے صوم توڑ دینے کی اجازت دی ہے۔

عصر حاضر میں اسقاطِ حمل کا جو عام رواج ہے یہ عمل بالکل حرام ہے، حمل میں روح پھونک دینے کے بعد حمل گرانے کی وجہ سے اگر بچہ فوت ہو جائے تو یہ ناحق قتل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، چنانچہ اس عمل بد پر بعض علماء کے نزدیک مار پیٹ کے احکام لاگو ہوں گے جس میں دیت واجب ہوگی اگرچہ اس کی مقدار میں تفصیل ہے جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا، یعنی ایک مسلمان غلام آزاد کرنا، اس کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں مسلسل دو ماہ صوم رکھنا، اور بعض علماء نے اسے [مؤدۃ صغریٰ] زندہ درگور کرنے کے مترادف شمار کیا ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم نے مجموع فتاویٰ (ج 11 ص 151) میں لکھا ہے ”جب تک (پیٹ میں) بچہ کی موت متحقق اور یقینی طور پر معلوم نہ ہو حمل گرانا جائز نہیں البتہ بچہ کی موت اگر یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو حمل گرانا جائز ہے“

(سعودی عرب سپریم علماء کمیٹی نے اپنی نشست نمبر 140 نے 20-06-1407ھ کو

مندرجہ ذیل امور کا فیصلہ کیا ہے:

(۱) ”حمل کو کسی بھی مرحلے میں گرانا جائز نہیں ہے الا یہ کہ کوئی شرعی عذر اور نہایت امیر جنسی اور اضطراری حالت ہو اور وہ بھی محدود دائرے میں۔“

(۲) جب حمل پہلے دو روز میں ہو جو کہ چالیس دن کی مدت ہوتی ہے جس میں حمل گرانے کی وجہ بچوں کی تربیت کے سلسلے میں مشقت کا خدشہ ہو یا ان کی تعلیم یا معیشت کے بارے میں تنگ دستی و عاجزی کا خوف ہو یا ان کے مستقبل کے بارے میں خطرات ہوں یا میاں بیوی موجود اولاد پر اکتفا کرنا چاہتے ہوں، ان تمام صورتوں میں حمل گرانا جائز نہیں۔“

(۳) اگر حمل خون یا گوشت کا لوتھڑا بن جائے تو حمل گرانا جائز نہیں یہاں تک کہ قابل اعتماد ڈاکٹر اور طبی کمیٹی فیصلہ کر دے کہ حمل کا برقرار رہنا اُس کی ماں کی سلامتی کے لیے خطرناک ہے اور اس کی وجہ سے ماں کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے، ایسی خطرناکیوں سے تلافی کے تمام وسائل و ذرائع ختم ہو جانے کے بعد حمل گرانا جائز ہے۔“

(۴) حمل کے تیسرے مرحلے یعنی چار ماہ مکمل ہو جانے کے بعد گرانا بالکل حلال نہیں یہاں تک کہ معتبر اور ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم اس بات کا فیصلہ کر دے کہ حمل کا پیٹ میں رہنا ماں کی موت کا سبب بن جائے گا نیز ماں کی زندگی بچانے کے سارے وسائل اور ذرائع ختم ہو چکے ہوں، ان شرطوں کے ساتھ حمل گرانے کی رخصت دی گئی ہے تاکہ دو نقصان دہ معاملے میں سب سے بڑے نقصان سے بچا جاسکے اور دو مصلحتوں میں سب سے بڑی مصلحت حاصل کی جاسکے۔ ساتھ ہی ساتھ کمیٹی گزشتہ باتوں کا فیصلہ کرتے ہوئے اللہ سے ڈرنے اور اس معاملے میں حقیقت جاننے کی وصیت کرتی ہے، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب پر“

شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الدماء الطبیعیۃ للنساء“ کے صفحہ 60 پر لکھا ہے کہ ”اگر اسقاط حمل روح پھونکنے کے بعد صرف حمل کو ضائع اور برباد کرنے کے مقصد سے ہو تو یہ بلا

شہ جہرام ہے کیونکہ یہ ناحق کسی نفس کا قتل ہے اور قرآن و سنت اور اجماع سے حرام ہے“  
 امام ابن الجوزی نے ”احکام النساء ص 108-109“ میں لکھا ہے کہ ”نکاح کا مقصد طلب  
 اولاد اور نسل بڑھانا ہے نیز منی کے ہر قطرہ سے لڑکا نہیں ہوتا، لہذا حمل ٹھہر جانے کے بعد مقصد  
 حاصل ہو گیا۔ اب جان بوجھ کر حمل گرانا حکمت کے تقاضا کے خلاف ہے الا یہ کہ حمل اپنے ابتدائی  
 مرحلہ میں ہو، لہذا روح پھونکنے سے پہلے گرانے میں بہت بڑا گناہ ہے، کیونکہ بچہ دن بدن بڑا  
 ہوتا ہے لیکن اس کا گناہ روح پھونکنے سے پہلے ساقط کرانے کے بہ نسبت کم ہے اور جب اس حمل  
 کو جان بوجھ کر ساقط کرایا جائے جس میں روح پھونکی جا چکی ہے تو ایسا کرنا ایک مومن کے قتل  
 کرنے کی طرح ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (سورہ تکویر: 8-9)

[اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی]

(در اصل قاتل کو سزائش کی جائے گی کیونکہ اصل مجرم تو وہی ہوگا نہ وہ لڑکی جس سے بظاہر  
 سوال ہوگا۔ علماء کرام نے صراحت کے ساتھ نسل کشی اور تحدید نسل کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ  
 اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کی مخالفت ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ  
 بچہ دینے والی خاتون سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ روز قیامت آپ کی امت زیادہ  
 تعداد میں ہو، اسی طرح کسی قدر ایسا کرنا مسلمانوں کے لیے ذلت و خواری کا سبب بھی ہے  
 جبکہ مسلمانوں کی کثرت تعداد ان کی سر بلندی اور رفعت کا ذریعہ ہے۔ البتہ اگر شرعی  
 ضرورت ہو مثلاً عورت کے حاملہ ہونے پر اس کی ہلاکت اور موت کا اندیشہ ہو یا بچہ دانی  
 میں کوئی ایسی بیماری پائی جائے جو حمل ہونے پر اس کی ہلاکت کا سبب بن سکے تو ایسی  
 صورت میں حسب ضرورت بچہ دانی کو سرے سے نکلوانا یا حمل پر کنٹرول بھی کرنا جائز ہے  
 بشرطیکہ قابل اعتماد ڈاکٹروں نے یہ فیصلہ دیا ہو کہ زچگی سے بیماری بڑھنے یا حمل سے ہلاکت  
 کا خطرہ زیادہ ہے اور شوہر بھی اس عمل سے راضی ہو، نیز جیسے ہی عذر ختم ہو جائے گا عورت کو

اس کی پہلی حالت کی طرف پلٹا دیا جائے گا۔

اسی طرح عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں اس کی صحت کی خرابی یا جسمانی کمزوری کے باعث حمل سے عورت کا نقصان پہنچنے یا زچگی کے وقت اس کی زندگی کے لیے خطرات ہوں یا پہلے بچے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے عورت کو یا بذاتِ خود بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا حمل پر حمل ہونے کی وجہ سے عورت کو جسمانی بیماریاں لاحق ہونے کا زیادہ اندیشہ یا دیکھ ریکھ میں مشکلات ہوں تو حسبِ ضرورت وقتی طور پر کچھ دنوں تک کے لیے حمل کو کنٹرول کرنے کے لیے مانع حمل دوائیں استعمال کرنا یا کوئی دوسری جائز تدبیر کرنا جائز ہے کیونکہ یہ عزل کرنے کے مشابہ ہے، صحابہ کہتے ہیں کہ ”ہم عزل کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا“ (متفق علیہ) اور صحیح مسلم میں ہے کہ ”اس بات کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے ہم کو منع نہیں کیا“ (عزل کہتے ہیں کہ ہمبستری کی حالت میں منی نکلتے وقت شرمگاہ باہر کر کے منی باہر نکال دینا) البتہ اگر مانع حمل دوائیں یا دوسری تدبیر استعمال کرنے کا مقصد کثرتِ اولاد کی ناپسندیدگی یا خرچِ برج کا خوف اور ڈرو غیرہ ہو تو یہ حلال اور جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ بدظنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود آیت 6 میں فرمایا ہے [زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں] ماخوذ از فتاویٰ المرآة المسلمة / ترتیب ابو محمد اشرف بن مقصود / مکتبہ اضواء السلف ریاض / ج 2 ص 974-978۔ از مترجم

لہذا اے مسلمان عورت! اللہ سے خوف کھا اور کسی بھی مقصد کے لیے دین و عقل سے عاری و کوری باطل روش، گمراہ کن افکار و نظریات اور جھوٹے دعووں سے مرعوب ہو کر اس جرم کا ارادہ نہ کر۔

## چوتھی فصل

# لباس اور پردہ

## کے متعلق احکام

### پہلی بات

مسلمان عورت کے شرعی لباس کی صفت اور کیفیت:

(۱) مسلمان عورت کا لباس اس طرح ساتر ہونا ضروری ہے جو اُس کے پورے بدن کو غیر محرم مردوں سے چھپائے رکھے، اور عورت اپنے محرموں کے سامنے بھی صرف بدن کے اُس عضو کو کھولے جس کا عام طور پر کھولنے کا رواج ہے جیسے چہرہ، دونوں ہتھیلی، دونوں قدم۔  
(۲) لباس بدن کو مکمل پوشیدہ رکھنے والا ہو، ایسا باریک اور ہلکا نہ ہو جس کے اندر سے عورت کے چڑے کارنگ نظر آئے۔

(۳) اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ عورت کے اعضاء کی ساخت و بناوٹ ظاہر کرے۔ صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

صنغان من اهل النار لم أرهما، قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس و نساء كاسيات عاريات مائلات حميلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا كذا  
(صحیح مسلم: 2128)

[دوزخیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کے دموں کی طرح کوڑے ہیں جس سے لوگوں کو مارتے ہیں، دوسری وہ عورتیں جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہیں (یعنی چھپانے کے لائق اعضاء کھلے ہیں جیسے سر، پیٹ، پاؤں وغیرہ یا اس قدر باریک کپڑا پہنتی ہیں جن میں سے بدن نظر آتا ہے تو گویا ننگی ہیں) سیدھی راہ سے بہکنے والی اور خود بہکانے والی ہیں یا منک کر چلتی ہیں ان کے سر سختی (ایک قسم کا اونٹ ہے) اونٹ کی کوہان (جو اونٹ کی پیٹھ پر ابھرا ہوا گوشت ہوتا ہے) کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں، وہ جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ اُس کی خوشبو بھی ان کو نہ ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی دور دور سے آتی ہوگی]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاویٰ (ج 22/ ص 164) میں ذکر کیا ہے کہ ”اللہ کے رسول کے فرمان (کاسیات عاریات) کی تفسیر کی گئی ہے کہ عورت ایسا کپڑا زیب تن کرے جو اس کو چھپانہ سکے تو ایسی عورت کپڑا پہننے کے باوجود حقیقت میں ننگی ہے۔ مثال کے طور پر جو عورت ایسا باریک کپڑا پہنے جس سے اس کے چڑے کارنگ جھلک رہا ہو یا ایسا چست اور تنگ کپڑا جو اس کے جسم کے نشیب و فراز اور جسمانی ساخت کو ظاہر کرے جیسے کولھا، بازو وغیرہ۔ عورت کا پہناؤ ایسا ہونا چاہیے جو اس کو چھپا سکے یعنی اس قدر موٹا اور کشادہ ہو جو اس کے جسم کو اور نہ ہی اس کے اعضاء و جوارح کے حجم کو ظاہر کرے۔

(۴) عورت اپنے لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کرے۔ نبی ﷺ نے عورتوں میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ عورت کا لباس میں مردوں کی مشابہت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُس قسم کا لباس زیب تن کرے جو ہر معاشرہ و سماج میں عمومی طور پر مردوں کے لیے خاص ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (جلد 22/ ص 148-149-155) میں فرمایا ہے ”عورت اور مرد کے لباس میں فرق کرنے کا معاملہ اس پر منحصر ہوگا کہ جو مرد کے لیے

مناسب ہو اور جو عورت کے لیے مناسب اور درست ہو۔ مردوں کو جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اس کے مناسب ہو اور عورتوں کو جن کا حکم دیا گیا ہے اس کے مناسب ہو۔ چنانچہ عورتوں کو بے پردگی اور عریانیت کے بجائے پردہ اور حجاب کا حکم دیا گیا ہے اسی وجہ سے عورت کا اذان اور تبلیغ میں آواز بلند کرنا، صفا و مروہ پر چڑھنا مشروع نہیں اور نہ ہی مردوں کی طرح حالت احرام میں سارے کپڑے نکال کر صرف دو کپڑے (چادر و تہبند) پہننا مشروع ہے۔ مرد کو اپنا سر کھولے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور عام عادت والا معروف لباس یعنی جو اعضاء و جوارح کے مطابق بنائے جاتے ہیں کے پہننے سے منع کیا گیا ہے لہذا قمیص، پاجامہ، ٹوپی، موزہ وغیرہ سلاہوا کپڑا اس کے لیے حالت احرام میں ممنوع ہے۔ لیکن عورت کو لباس کے سلسلے میں کسی چیز سے منع نہیں کیا گیا ہے اس کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے اس لیے اس کے خلاف عمل کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔

البتہ نقاب (جسے Nosepiece نوز پیس کہتے ہیں) اور دستانہ پہننے سے عورت کو منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ایسا لباس ہے جو عضو کی بناوٹ اور مقدار کے حساب سے بنایا گیا ہے نیز عورت کو (حالت احرام) میں اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ مزید فرماتے ہیں: عورت مردوں سے اپنے چہرے کو اس کے علاوہ چیزوں یعنی دوپٹہ وغیرہ سے ڈھکے گی۔

اخیر میں لکھا ہے: جب یہ بات واضح ہوگئی کہ عورت اور مرد کے لباس میں فرق ہونا ضروری ہے تو اس بات کی اہمیت ظاہر ہوگئی اور یہ واضح ہو گیا کہ وہ لباس جسے عام طور پر مرد پہنتے ہیں عورت کو اُس سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر لباس میں پردہ پوشی کم ہو نیز مشابہت پائی جائے تو دونوں طرح کا لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

(۵) عورت کے لباس میں زیب و زینت اور ٹیپ و ٹاپ نہ ہو کہ گھر سے نکلتے وقت لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن جائے، تاکہ اُس کا شمار زینت ظاہر کرنے والیوں میں نہ ہو۔

## دوسری بات

پردہ: پردہ کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے بدن کو غیر محرم مردوں سے چھپائے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَاءِهِنَّ ۗ (سورہ نور: 31)

[اور اپنے بناؤ سنگھار اور آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہر کے لیے یا اپنے والد کے لیے یا اپنے سسر کے لیے یا اپنے لڑکوں کے لیے یا اپنے بھائیوں کے لیے یا اپنے بھتیجیوں کے لیے یا اپنے بھانجیوں کے لیے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے لیے یا غلاموں کے لیے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے لیے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانو! تم سب اللہ کے جناب میں توبہ کرو تا کہ تم

نجات پاؤ]

اللہ نے فرمایا:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ (سورہ احزاب: 53)

[اور جب تم انہیں کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو]

پردہ سے مراد جو عورت کو چھپا سکے جیسے دیوار، دروازہ یا لباس۔ اور مذکورہ آیت کا لفظ اگرچہ امہات المؤمنین کے بارے میں اترا ہے لیکن اس کا حکم تمام مؤمنہ عورتوں کے لیے ہے کیونکہ اس کی وجہ اللہ نے یہ بتلایا ہے کہ:

ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (سورہ احزاب: 53)

[تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے مکمل پاکیزگی یہی ہے]

چنانچہ یہ وجہ عام ہے بنا بریں اس کی وجہ کا عام ہونا اس کے حکم کے عام ہونے کی دلیل ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلٌّ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ... (سورہ احزاب: 59)

[اے نبی اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر ستائی نہ جائیں گی] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع فتاویٰ (جلد: 22 ص: 110-111) میں رقمطراز ہیں: ”جلباب کا مطلب مکمل بھرنا جس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ رداء (چادر کہتے ہیں) اور عام لوگ ازار (موٹی چادر) کہتے ہیں۔ یعنی وہ بڑی چادر جو عورت کے سر اور اس کے سارے بدن کو ڈھاک لے، اور ابو عبید رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ عورت اُسے اپنے سر سے لٹکا لے اور سوائے آنکھ کے کچھ ظاہر نہ ہو اور نقاب اسی کی جنس ہے“

غیر محرموں سے عورت کے چہرہ کا پردہ کرنا اور ڈھانکنا ضروری اور واجب ہے۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے وجوب کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں:

كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله محرمات فإذا حاذو بنا سدلت احدنا جلبابها من رأسها على وجهها فإذا جاوزونا كشفناه [سوار ہمارے سامنے ہو کر گزرتے اور ہم رسول اللہ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ہوتیں تو جب وہ ہمارے سامنے آجاتے ہم اپنے منہ پر چادر ڈال لیتے جب آگے چلے جاتے تو پھر منہ کھول لیتے]

اس حدیث کو امام احمد ابو داؤد و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح غیر محرموں سے چہرہ کا پردہ کرنے کے سلسلے میں قرآن و حدیث میں بہت ساری دلیلیں ہیں۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ”رسالة الحجاب

و اللباس فی الصلاة“ اور شیخ عبدالعزیز بن باز کی کتاب ”رسالة الحجاب“ شیخ حمود بن عبداللہ التویجری کی کتاب ”رسالة الصارم المشهور علی المفتونین بالسفور“ نیز شیخ صالح العثیمین کی کتاب ”رسالة الحجاب“ ان تمام مسائل کے لیے کافی ہے۔

اسلامی بہن! اچھی طرح جان لے کہ جن علماء کرام نے چہرہ کھولنا جائز قرار دیا ہے باوجودیکہ ان کی بات مرجوح اور غیر قابل قبول ہے ان لوگوں نے بھی اس وقت کھولنے کی اجازت دی ہے جبکہ عورت فتنہ و فساد سے مامون اور محفوظ ہو، حالانکہ عورت کبھی بھی فتنہ و فساد سے محفوظ نہیں، خاص طور پر موجودہ زمانے میں جہاں مردوں اور عورتوں میں دینی ماحول ماند، شرم و حیانا پیدا اور عنقواء، بے حیائی، فتنہ اور فساد کی دعوت دینے والوں کی کثرت اور زیادتی ہے۔ اور عورتیں مختلف طور طریقے کو اختیار کر کے اپنے چہروں کو مختلف انداز سے ٹیپ و ٹاپ کرنے میں اس قدر فنکار ہو چکی ہیں جو زبان حال سے فتنہ و فساد کی دعوت دینے کے مترادف اور مانند ہے۔

لہذا اے اسلامی بہن! ان چیزوں سے مکمل اپنے آپ کو بچا اور اُس پردہ کی پابندی کر جو اللہ کی اجازت سے فتنوں سے بچانے والا ہے۔ نیز حاضر اور ماضی کے مسلمانوں کے علماء کرام میں سے کوئی بھی قابل اعتماد و اعتبار عالم دین نے ان فتنوں میں ملوث عورتوں کے لیے ان چیزوں کو جائز نہیں کیا ہے جس کا وہ شکار اور خوگر ہو چکی ہیں، مسلمان عورتوں میں بعض عورتیں پردہ کے سلسلے میں منافقت کی چال چلتی ہیں، جب کسی پردہ کی پابندی کرنے والے معاشرہ و ماحول میں ہوتی ہیں تو پردہ کا کسی قدر اہتمام کرتی ہیں اور جب اُس ماحول اور سماج میں ہوتی ہیں جو پردہ کا التزام اور پابندی نہیں کرتا تو پردہ نہیں کرتی ہیں۔ بلکہ بعض تو ایسی ہیں کہ جب وہ عام جگہ میں ہوتی ہیں تو پردہ کا خیال کرتی ہیں اور جیسے تجارتی دوکان یا اسپتال میں گھستی ہیں یا کسی سونار یا لیڈریز ٹیلر سے محو گفتگو ہوتی ہیں تو بے تحاشہ اپنے بازو اور چہرہ کھول لیتی ہیں گویا وہ اپنے شوہر یا اپنے کسی محرم کے پاس ہیں ایسا کرنے والیو! اللہ سے ڈرو۔

ہم نے جہاز میں کچھ باہر سے آنے والی عورتوں کو دیکھا ہے وہ صرف سعودی عرب کے کسی ایئرپورٹ پر جہاز سے اترنے کے وقت پردہ کرتی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ پردہ کرنا دینی فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ عادات و اطوار میں سے ہے۔

اے مسلمان عورت! پردہ انسانی کتوں، بیمار دل والوں کی زہر آلود و مسموم نگاہوں سے تیری حفاظت کرتا ہے، تیرے سلسلے میں خاکستر اور جھلسا دینے والی ہوس اور تمنا کو ناپید کرتا ہے۔ لہذا تو اُس کی پابندی کر اور اُن خود غرض پروپیگنڈوں کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہو جو پردہ سے برسریکا رہیں یا پردہ کی شرعی حیثیت کو کم کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ ایسے لوگ تیرے بدخواہ ہیں جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهْوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا (سورہ نساء: 27)  
 [جو لوگ خواہشات کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور رہو جاؤ]

## پانچویں فصل

# صلاة میں عورت کے

## متعلق احکام و مسائل

اے مسلمان عورت! تو اول وقت، تمام شرطوں اور ارکان و واجبات کا خیال کر کے اپنی صلاۃ کی پابندی کر، کیونکہ اللہ امہات المؤمنین کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتَيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (سورہ احزاب: 33)

[اور صلاۃ ادا کرتی رہو، زکاۃ دینی رہو اور اللہ و اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو]

یہ حکم عام طور پر تمام مسلمان عورت کے لیے ہے، صلاۃ ارکانِ اسلام کا دوسرا رکن ہے جو اسلام کا ایک ستون ہے۔ صلاۃ کا چھوڑنا دینِ اسلام سے خارج کر دینے والا کفر ہے۔ جس مرد یا عورت کے پاس صلاۃ نہیں اس کے پاس نہ دین ہے اور نہ اسلام۔ اسی طرح بنا شرعی عذر صلاۃ کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا صلاۃ کو ضائع اور برباد کرنا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَآلِكَ يُدْخِلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا (سورہ مریم: 59-60)

[پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انھوں نے صلاۃ ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا سوائے ان کے جو توبہ کر لیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی

بھی حق تلفی نہ کی جائے گی ]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سارے ائمہ تفسیر کا قول ذکر کیا ہے کہ صلاۃ کھونے کا مطلب صلاۃ کے وقتوں کو کھود دینا ہے۔ یعنی صلاۃ کا وقت نکل جانے کے بعد ادا کی جائے اور آیت میں مذکور کلمہ (غی) سے مراد خسارہ اور نقصان ہے بلکہ بعض لوگوں نے (غی) سے مراد جہنم کی ایک وادی بتائی ہے۔ صلاۃ میں مردوں سے منفرد عورتوں کے لیے چند مخصوص احکام ہیں جن کی وضاحت اس طرح ہے:

(۱) عورت پر اذان اور اقامت نہیں ہے کیونکہ اذان میں آواز بلند کرنا مشروع ہے اور یہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے لہذا عورت کا اذان اور اقامت کہنا درست نہیں ہے جیسا کہ مغنی (ج 2 ص 68) میں ہے کہ ”اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے“۔

(۲) صلاۃ میں عورت کے چہرہ کے علاوہ پورا بدن عورہ (چھپانے کی چیز) ہے البتہ دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے بارے میں اختلاف ہے یہ ساری چیزیں اُس صورت میں ہیں جبکہ عورت کو حالت صلاۃ میں کوئی غیر محرم نہیں دیکھ رہا ہے تو ہتھیلیوں اور قدموں کے کھلنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن کوئی غیر محرم دیکھ رہا ہے تو ایسی صورت میں چھپانا واجب ہے جس طرح مردوں سے صلاۃ کے علاوہ میں چھپانا ضروری اور واجب ہے، لہذا صلاۃ میں اپنا سر، گردن، قدم کے اوپری حصوں کو لے کر باقی حصہ ڈھانکنا ضروری ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لا يقبل الله صلاة الحائض الا بخمار

[اللہ تعالیٰ بالغت عورت کی صلاۃ بنا دوپٹے کے نہیں قبول فرماتا ہے]

(صحیح سنن ابن ماجہ: 377، مترجم)

دوپٹہ (خمار) اس کو کہتے ہیں جو گردن اور سر کو ڈھانک سکے۔ ام سلمہ سے روایت ہے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کیا عورت بغیر چادر کے دوپٹے اور قمیص میں صلاۃ ادا

کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

اذا كان الدرع سابغاً يغطي ظهور قدميه

[جب قمیص اس قدر کشادہ ہو کہ اس کے دونوں قدم کے اوپر حصہ کو چھپالے]

مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاۃ میں عورت کا اپنا سر، گردن ڈھانکنا ضروری ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے نیز عورت اپنے پورے بدن یہاں تک کہ قدم کے اوپری حصہ کو بھی ڈھانکے جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اگر کوئی اجنبی اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو صلاۃ میں چہرہ کھولنا جائز ہے اس بات پر علماء کا اتفاق ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 22 ص 113-114) میں ذکر کیا ہے کہ ”عورت اگر تنہا صلاۃ ادا کر رہی ہے تو اُسے دوپٹہ اوڑھنے کا حکم دیا گیا اور صلاۃ کے علاوہ حالت میں اگر اپنے گھر کے اندر ہے تو سر کھولنا جائز ہے، چنانچہ صلاۃ میں زینت اختیار کرنا اللہ کا حق ہے لہذا کسی کے لیے یہ روا اور درست نہیں ہے کہ وہ کعبہ کا ننگا طواف کرے اگرچہ رات میں تنہا ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی ننگا صلاۃ پڑھے اگرچہ رات میں تنہا ہی کیوں نہ ہو یہاں تک کہ فرمایا: کہ صلاۃ کا عورہ (چھپانے والے اعضاء) کسی بھی صورت میں نگاہ کے عورہ سے متعلق نہیں ہے۔“

مغنی (ج 2 ص 328) میں ہے کہ ”صلاۃ میں آزاد عورت کا پورا بدن چھپانا ضروری ہے اور اگر بدن کا کوئی حصہ کھل گیا تو اس کی صلاۃ صحیح نہیں ہوگی الا یہ کہ تھوڑا سا کھلے۔ یہ قول امام اوزاعی، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ہے“

(۳) مغنی (ج 2 ص 258) میں ہے کہ ”عورت رکوع اور سجدہ میں (ہاتھوں کو) الگ رکھنے کے بجائے اپنے آپ کو سمیٹ لے گی اور چارزانو بیٹھے گی، یا اپنے دونوں پیر بچھا کر دونوں کو اپنے دامنے جانب کر لے گی اور تورک وافتراش نہیں کرے گی کیونکہ اس میں زیادہ

پردہ ہے۔“

اور امام نووی رحمہ اللہ نے مجموع (ج 3/ص 455) میں تحریر فرمایا ہے کہ ”امام شافعی رحمہ اللہ نے [المختصر] میں فرمایا ہے کہ: صلاۃ کے اعمال میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ سجدہ میں اپنے آپ کو سمیٹ لے یا اپنے پیٹ کو اپنی ران سے چمٹالے کیونکہ اس میں زیادہ پردہ ہے اور ایسا میں عورت کے لیے رکوع اور پوری صلاۃ میں پسند کرتا ہوں۔

(۴) کسی ایک عورت کی امامت میں عورتوں کا باجماعت صلاۃ پڑھنے کے بارے میں علماء کرام میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ منع کرتے ہیں تو کچھ لوگ جائز قرار دیتے ہیں اور اکثر علماء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقاء کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھروالوں کی امامت کریں۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ (صحیح سنن ابوداؤد: 592- مترجم)

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے نیز بعض کے یہاں مکروہ ہے، اسی طرح بعض علماء فرض کے علاوہ نفل میں جائز کہتے ہیں لیکن راجح قول مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کریں: المغنی ج 2/ص 202، مجموع ج 4/ص 84-85) اور اگر غیر محرم مرد آواز نہیں سنتے ہیں تو عورت بلند آواز سے قرأت کرے گی۔

(۵) مسجد میں مردوں کے ساتھ باجماعت صلاۃ ادا کرنے کے لیے گھروں سے نکلنا جائز ہے، البتہ گھروں میں صلاۃ ادا کرنا ان کے لیے زیادہ بہتر ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله (صحیح مسلم: 442)

[اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ منع کرو]

اور فرمایا:

لا تمنعوا النساء أن يخرجن إلى المساجد وبيوتهن خير لهن  
 [عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع نہ کرو اور ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں] (اس کو  
 امام احمد، ابوداؤد رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے،  
 ارواء الغلیل ج 2/ ص 293، مترجم)

البتہ پردہ کی وجہ سے عورتوں کا گھروں میں رہنا اور اسی میں صلاۃ پڑھنا زیادہ افضل  
 ہے، ساتھ ہی ساتھ مسجد میں جانے کے لیے چند آداب ہیں جن کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری  
 ہے:

### (الف)

کپڑے اور نقاب سے مکمل پردہ پوش ہو، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:  
 كان النساء يشهدن الفجر مع رسول الله ﷺ ثم ينصرفن متلفعات  
 بمروطهن ما يعرفن من الغلس  
 [عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلاۃ فجر پڑھتی تھیں پھر اپنی چادروں میں لپیٹی ہوئی  
 واپس ہوتی تھیں اور تاریکی (غلس) کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں]  
 (صحیح بخاری: 829، صحیح مسلم: 645)

### (ب)

خوشبو لگا کر مسجد نہ جائیں، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:  
 لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ليخرجن وهن تفلات  
 (صحیح سنن ابوداؤد: 565)  
 [اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور عورتیں بنا خوشبو لگائے ہوئے جائیں]  
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 أيما امرأة أصابت بخور فلا يشهدن معنا العشاء الآخرة

(صحیح مسلم: 444)

[جو بھی عورت خوشبو استعمال کرے تو وہ ہمارے ساتھ صلاۃ عشاء میں شریک نہ ہو]

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود کی زوجہ مطہرہ سے روایت کیا ہے کہ:

إِذَا شَهَدْتَ إِحْدَا كُنِ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمْسُ طَيِّباً (صحیح مسلم: 443)

[تم میں سے جب کوئی بھی عورت مسجد جائے تو خوشبو نہ استعمال کرے]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار (ج 3 ص 140-141) میں ذکر کیا ہے کہ ”اس

حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا مسجد جانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو

اور نہ ہی فتنہ پیدا کرنے والی کوئی چیز ہو جیسے خوشبو کا استعمال وغیرہ اور فرمایا: نیز حدیثوں

سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مردوں کی طرف سے عورتوں کے لیے مسجد جانے کی اجازت اُس

وقت ہو جبکہ ان کے جانے میں باعث فتنہ جیسے خوشبو یا زیور اور زیب و زینت وغیرہ کوئی چیز نہ

ہو“

(ج)

زرق برق لباس اور زیورات وغیرہ سے مزین ہو کر مسجد نہ جائے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ

عنها فرماتی ہیں:

لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى مِنَ النِّسَاءِ مَا رَأَيْنَا لَمَنْعَهُنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ كَمَا

مَنْعَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ نِسَاءَهُمْ (متفق علیہ)

[اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں میں وہ سب کچھ دیکھتے جو ہم دیکھ رہے ہیں تو انھیں مسجد سے

ضرور روک دیتے جیسا کہ بنو اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول ”لو رأی ما رأینا“ پر فرمایا ہے ”یعنی

لباس کی خوبصورتی، خوشبو، زیب و زینت اور بے پردگی مراد ہے، عورتیں موٹی چادروں اور

کپڑوں میں نکلتی تھیں“

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب احکام النساء (ص 3) میں ذکر کیا ہے ”عورت کے لیے یہی مناسب ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ باہر نکلنے سے بچے اگر وہ بذاتِ خود محفوظ ہے تو لوگ اُس سے محفوظ نہیں ہیں اور اگر باہر جانا ضروری ہی ہو تو اپنے شوہر کی اجازت لے کر بغیر بناؤ سنگار اور زیب وزینت کے سنجیدہ انداز میں باہر نکلے، نیز بازاروں اور عام سڑکوں کے علاوہ خالی جگہوں پر چلے، بازاری شور و غوغا کے سننے سے بالکل اجتناب کرے، اسی طرح راستے کے بیچ چلنے کے بجائے کنارے چلے۔“

(۶) اگر عورت تنہا ہو تو تنہا مرد کے پیچھے صف بنائے گی کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صلاۃ پڑھائی تو فرماتے ہیں کہ

قمت أنا والیتیم وراءہ و قامت العجوز من ورائنا  
(صحیح سنن ابوداؤد: 612)

[میں اور ایک یتیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ایک بوڑھی عورت ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی]

نیز انہی سے مروی ہے کہ:

صلیت أنا والیتیم فی بیتنا خلف النبی ﷺ و اھی خلفنا (صحیح بخاری)  
[میں اور ایک یتیم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اپنے گھر میں صلاۃ پڑھی اور میری والدہ ہم سب کے پیچھے تھیں]

اور اگر ایک سے زیادہ عورتیں ہوں تو مردوں کے پیچھے ایک صف یا حسب ضرورت کئی صف بنائیں گی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بچوں سے آگے رکھتے تھے اور بچے مردوں کے پیچھے ہوتے تھے اور عورتیں مردوں کے پیچھے ہوتی تھیں (مسند احمد)

(سنن ابوداؤد: 636۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور فرمایا ہے یہ روایت نہ موقوفاً صحیح ہے اور نہ ہی مرفوعاً، ارواء الغلیل ج 1/ ص 274-303، 304۔

ازمترجم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها، وخير صفوف النساء آخرها وشرها أولها (صحیح مسلم: 440)

[مردوں کی پہلی صف سب سے بہتر اور آخری صف سب سے بری ہے، اور عورتوں کی آخری صف سب سے بہتر اور پہلی صف سب سے بری ہے]

دونوں حدیثوں میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے صف بنائیں گی اور جب مردوں کے پیچھے صلاۃ پڑھیں گی تو الگ الگ نہیں پڑھیں گی چاہے فرض صلاۃ ہو یا تراویح۔

(۷) اگر صلاۃ میں امام بھول جائے تو عورت اپنی ہتھیلی کے اندرونی حصہ سے دوسری ہتھیلی پر تالی مار کر آگاہ کرے گی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

إذا نابكم في الصلاة شيء فليسبح الرجال، وليصفق النساء (مسند احمد، صحیح سنن ابوداؤد: 941- مترجم)

[اگر صلاۃ میں تم کو کچھ بھول چوک ہو جائے تو مرد لوگ سبحان اللہ کہیں اور عورت تالی بجائے] یہ عورتوں کے لیے کسی سبب کی وجہ سے دوران صلاۃ تالی بجانے کی اجازت ہے جیسے امام کا بھول جانا، ایسا اس وجہ سے ہے کہ عورت کی آواز میں مردوں کے لیے فتنہ ہے اسی وجہ سے اُسے تالی بجانے کی اجازت ملی ہے بولنے کی نہیں۔

(۸) امام کے سلام پھیرنے کے بعد عورتیں مسجد سے جلدی نکل جائیں اور مرد حضرات بیٹھے انتظار کریں تاکہ مردوزن کا اختلاط نہ ہو۔ کیونکہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

إن النساء كن إذا سلمن من المكتوبه قمن و ثبت رسول الله ﷺ ومن صلي من الرجال ماشاء الله فإذا قام رسول الله ﷺ قام الرجال (صحیح

(بخاری: 828)

[عورتیں فرض صلاۃ میں سلام پھیرنے کے بعد نکلنے کے لیے کھڑی ہو جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز آپ کے ساتھ صلاۃ پڑھنے والے مرد جتنی دیر اللہ چاہتا رکھتے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلنے کے لیے کھڑے ہوتے تو مرد لوگ بھی آپ کے ساتھ تیار ہو جاتے]

امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایسا اس وجہ سے تاکہ نکلنے والی عورتیں نکل جائیں (الشرح الکبیر علی المقنع: ج 1/ ص 422)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار (ج 2 ص 326) میں فرمایا ہے:

”حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ مقتدیوں کے حالات کی رعایت کرے اور ان تمام امور میں محتاط رہے جو ممنوع کاموں کا پیش خیمہ ہوں، تہمت کی جگہ سے اجتناب کرے اور راستوں وغیرہ میں مردوں کا عورتوں سے اختلاط کو ناپسند کرے چہ جائے کہ گھروں میں“

امام نووی نے مجموع (ج 3/ ص 455) میں فرمایا ہے: ”باجماعت صلاۃ میں عورتیں مردوں سے چند (مندرجہ ذیل) چیزوں میں مختلف ہیں:

(الف) جس طرح مردوں کے لیے جماعت کی تاکید کی گئی ہے عورتوں کو اس کی تاکید نہیں کی گئی ہے۔

(ب) عورتوں کی امامت کرتے وقت امام عورت صف کے بیچ میں کھڑی ہوگی۔

(ج) اگر ایک ہی عورت ہو تو مردوں کے برعکس مردوں کے بغل میں کھڑی ہونے کے بجائے اس کے پیچھے کھڑی ہوگی۔

(د) جب عورتیں مردوں کے ساتھ صف بندی کر کے صلاۃ ادا کریں گی تو عورتوں کی اخیر والی صف پہلی صف سے افضل ہے۔

گزشتہ باتوں سے مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

(۹) صلاۃ عید میں عورتوں کا جانا۔ ام عطیہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

أمرنا رسول الله ﷺ أن نخرجهن في الفطر والأضحى والعوائق والحيض وذوات الخدور فأما الحيض فيعتزلن الصلاة وفي لفظ المصلي ويشهدن الخيرو ودعوة المسلمين (صحیح بخاری: 974)

[ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صلاۃ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نوجوان، حیض والیوں اور پردہ نشینوں کو لے جانے کا حکم دیتے تھے، حیض والی عورتیں صلاۃ سے الگ رہیں گی اور ایک روایت میں ہے، جائے صلاۃ سے الگ رہیں گی اور مسلمانوں کی دعاؤں اور بھلائیوں میں شریک رہیں گی ]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”اس حدیث نیز اس جیسی تمام حدیثوں سے یہ بات قطعی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ عیدین کی صلاۃ میں عورتوں کا عید گاہ حاضر ہونا مشروع اور جائز ہے، کنواری، بیوہ، نوجوان، بوڑھی اور حیض والی عورت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے بشرطیکہ عورت عدت نہ گزار رہی ہو یا عورتوں کا عید گاہ جانا قننہ کا باعث نہ ہو یا اس کے علاوہ اور کوئی شرعی ضرر نہ ہو“۔ (نبیل الاوطار: ج 3 ص 306)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع فتاویٰ (ج 6/ ص 458-459) میں رقمطراز ہیں ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنہ عورتوں کو آگاہ کیا ہے کہ ان کا گھروں میں صلاۃ ادا کرنا عید کے علاوہ جمعہ اور جماعت میں حاضر ہونے سے افضل ہے لیکن صلاۃ عیدین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جانے کا حکم دیا ہے جس کے چند (مندرجہ ذیل) اسباب ہیں اور اللہ زیہا جانتا ہے:

(۱) عیدین کی صلاۃ (سال میں صرف دو بار ہے اس لیے جمعہ اور جماعت کے برعکس اس میں جانا قابل قبول ہے۔

(۲) جمعہ اور جماعت کے برعکس صلاۃ عیدین کا کوئی بدل نہیں ہے جبکہ عورت کا اپنے گھر میں صلاۃ ظہر ادا کرنا وہی اس کا جمعہ ہے۔

(۳) صلاۃ عیدین میں اللہ کے ذکر و اذکار کے لیے صحرا اور میدان میں نکلا جاتا ہے لہذا یہ بعض صورتوں میں حج کے مشابہ ہے اس وجہ سے حاجیوں کی موافقت میں بڑی عید موسم حج میں ہے۔

صلاۃ عیدین میں عورتوں کے (عید گاہ) جانے کے سلسلے میں شافعیہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ خوبصورت شکل و ہیئت والی عورتیں نہ ہوں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے مجموع (ج 5/ ص 13) میں فرمایا ہے: ”امام شافعی اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ غیر خوشنما حالات والی عورتوں کے لیے صلاۃ عید میں حاضر ہونا مستحب ہے، جبکہ بناؤ سنگار والیوں کے لیے مکروہ ہے، یہاں تک کہ فرمایا: اور صلاۃ عیدین کے لیے نکلنے وقت عام حالات اور کام کاج کا کپڑا پہن کر نکلنا مستحب ہے، ایسا کپڑا نہ پہننے جو قابلِ شہرت ہو، عورتوں کا پانی سے صفائی حاصل کرنا مستحب ہے اور خوشبو لگانا مکروہ ہے۔ یہ ساری باتیں اُن عمر رسیدہ بوڑھی عورت کے لیے ہے جن کے سلسلے میں کسی کو خواہش نہ ہو لیکن حسن و جمال والی دوشیزائیں جن کی جانب ہر ایک کا میلان ہوتا ہے جن کے بارے میں یا جن کی جانب سے فتنے کا اندیشہ ہے اُن کا صلاۃ عیدین میں شریک ہونا مکروہ ہے۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بات ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی مذکور حدیث کے خلاف ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لو ادرک رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعهن کما منعت نساء بنی اسرائیل

[اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کیے ہوئے سارے معاملات دیکھتے تو انھیں ویسا ہی روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں]

اور اس وجہ سے بھی کہ پہلے زمانہ کے برعکس عصر حاضر میں فتنوں اور برائیوں کے وسائل و اسباب زیادہ ہیں، نیز اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

(مؤلف حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ) عصر حاضر میں سب سے زیادہ فتنے ہیں۔  
 امام ابن الجوزی کتاب احکام النساء (ص 38) میں فرماتے ہیں کہ ”عورتوں کا جانا  
 مباح اور جائز ہے لیکن اگر ان کے بارے میں یا ان کی طرف سے فتنہ کا خوف اور اندیشہ ہو  
 تو عید گاہ جانے سے اجتناب کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ پہلے زمانے کے مردوں اور عورتوں  
 میں جو بات تھی وہ آج کے لوگوں میں نہیں ہے، یعنی وہ لوگ زہد و تقویٰ کے پہاڑ تھے۔“  
 اے مسلمان بہن! مذکورہ باتوں سے آپ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ لوگوں کا صلاۃ عید کے لیے  
 جانا شرعی طور پر جائز ہے بشرطیکہ تمام چیزوں کا التزام ہو یعنی اللہ کی قربت حاصل  
 کرنا۔ مسلمانوں کی دعا میں شامل ہو کر شعرا اسلام کا اظہار کرنا مقصود ہو اور زیب و زینت کا  
 دکھاوا اور فتنہ پروری نہ ہو لہذا آپ کو اس سلسلے میں آگاہ رہنا چاہیے۔

## چھٹی فصل

# جنازہ کے باب میں

## عورت سے متعلق مخصوص احکام

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے موت مقدر فرما کر اپنے لیے دوام اور بقا مخصوص کر رکھا ہے، فرمانِ الہی ہے:

وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (سورہ رحمن: 27)

[صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت والی ہے باقی رہنے والی ہے]

جنازے کے کچھ مخصوص احکام ہیں جن کی بجا آوری زندہ لوگوں پر فرض اور واجب ہے البتہ ہم اس فصل میں صرف انہی احکام و مسائل کو ذکر کریں گے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں:

(۱) میت عورت کو غسل دینا عورتوں پر ہی فرض اور واجب ہے شوہر کے علاوہ

دیگر مردوں کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ وفات شدہ عورت کو غسل دیں البتہ شوہر اپنی

عورت کو غسل دے سکتا ہے، اسی طرح مردہ آدمی کو غسل دینے کی ذمہ داری مرد نبھائیں

گے، بیوی کے علاوہ دیگر عورتوں کے لیے مرد کو غسل دینا جائز نہیں، صرف بیوی اپنے شوہر کو

غسل دے سکتی ہے، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

غسل دیا ہے۔ (دارقطنی، بیہقی، یہ حدیث حسن ہے۔ ارواء الغلیل: 701۔ مترجم)

اور اسماء بنت عمیس نے اپنے شوہر نامدار ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا ہے۔

(۲) عورت کو پانچ سفید کپڑوں میں کفنانا مستحب ہے تہبند پہنایا

جائے گا، اور ڈھنی سر پر ہوگی، قمیص پہنایا جائے گا اور پھر اسے دولفافی میں لپیٹ دی جائے گی۔ اس کی دلیل یحییٰ ثقفیہ کی روایت ہے، فرماتی ہیں:

كنت فيمن غسل أم كلثوم بنت رسول الله ﷺ عند وفاتها وكان أول ما أعطانا رسول الله ﷺ الحقی ثم الدرع ثم الخمار ثم المحفة ثم ادرجت بعد ذلك في الثوب الآخر

[میں اُن لوگوں میں سے تھی جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کو ان کی وفات کے وقت غسل دیا، سب سے پہلے آپ نے ہمیں تہبند دیا پھر قمیص پھر اور ڈھنی پھر چادر اور اس کے بعد میں نے انھیں دوسرے کپڑے میں داخل کر دیا] اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار (ج 4 ص 42) میں ذکر کیا ہے کہ ”حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کے کفن میں تہبند، قمیص، اور ڈھنی، چادر اور لفافہ کا ہونا مشروع ہے۔“

(۳) وفات پانے والی عورت کے بال کا حکم:

عورت کے سر کے بال کی تین چوٹی بنا کر پیچھے ڈال دی جائے گی۔ اس کی دلیل ام عطیہ کی وہ حدیث ہے جس میں انھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ”زینب رضی اللہ عنہا“ کو غسل دینے کی کیفیت بیان کی ہے جس میں ہے:

..... فضفرنا شعرها ثلاثة قرون والقيناها خلفها (متفق عليه)

[ہم نے ان کے بال کی تین چوٹی بنائی اور ان کے پیچھے ڈال دیا]

(۴) عورتوں کا جنازے کے پیچھے جانے کا حکم:

ام عطیہ فرماتی ہیں:

نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا (متفق عليه)

[ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے روک دیا گیا لیکن اس کی تاکید نہیں کی گئی] اس حدیث میں منع کیا گیا ہے جسے نہیں کہتے ہیں اور نہی (منع) کا ظاہری مفہوم تحریم ہے اور ام عطیہ کے اس قول ”کہ ہمیں تاکید نہیں کی گئی“ کے سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 24 ص 355) میں فرمایا ہے ”ہوسکتا ہے کہ اُن کی مراد یہ ہو کہ ممانعت کی تاکید نہیں کی گئی لیکن اس میں حرام ہونے کا انکار نہیں ہے، ہوسکتا ہے اُن کا گمان یہ رہا ہو کہ یہ نہی تحریمی (حرمت والی ممانعت) نہیں ہے لیکن دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ہے کسی کے گمان وغیرہ میں نہیں ہے“۔

(۵) عورتوں پر قبروں کی زیارت حرام ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت زیارت کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے] [صحیح سنن ترمذی: 1056]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ عورت کے لیے یہ دروازہ (قبر کی زیارت) کھول دیا گیا تو وہ اپنی فطری کمزوری، بے صبری، رونے چلانے کا زیادہ عادی ہونے کی وجہ سے، جزع و فزع، نوحہ، ماتم، گلہ، شکوہ وغیرہ کرنے لگے گی نیز یہ سب اُس کے رونے کی وجہ سے میت کے لیے تکلیف کا سبب ہوگا کیونکہ مرد عورت کی آواز اور شکل و صورت سے فتنہ میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے:

فإن کن تفتن الحی و تؤذین المیت

[تم عورتیں زندہ کو فتنے میں ڈالتی ہو اور مردوں کو تکلیف دیتی ہو]

جب عورتوں کا قبروں کی زیارت مردوں اور عورتوں کے حق میں حرام کاموں کا سبب ہو تو ایسی صورت میں اس کی حرمت اور شدید ہو جاتی ہے، نیز یہاں کوئی حکمت بھی درکار نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے مقدار زیارت کی تعیین ممکن نہیں جو عورت کو نوحہ اور گریہ و زاری تک نہ لے جائے اور زیارت کی کسی شکل کو کسی شکل سے الگ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نیز یہ شرعی اصول اور ضابطہ ہے

کہ جب حکمت مخفی اور پوشیدہ ہو عام نہ ہو تو حکم کو اس کے غالب گمان پر معلق کیا جاتا ہے لہذا سد ذریعہ (چودر و واہ بند کرنے) کے پیش نظر عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام قرار دیا گیا ہے، جس طرح کہ فتنہ کے اندیشے سے پوشیدہ زیب و زینت کی طرف دیکھنا، اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت اور تنہائی میں ہونا اور اس کے علاوہ اسے دیکھنا وغیرہ وغیرہ حرام کر دیا گیا ہے، نیز اس میں (یعنی عورت کا قبر کی زیارت کرنے میں) اس کے علاوہ اور کوئی مصلحت بھی نہیں ہے کہ میت کے لیے دعائیں کرے، یہ گھر میں بھی کر سکتی ہے۔ (مجموع فتاویٰ: ج 24 ص 356)

### (۶) نوح کی حرمت:

میت کی خوبیوں اور اچھائیوں کو بیان کر کے چیخنا، چلانا، کپڑے پھاڑنا، گال پیٹنا، بال اور چہرہ نوچنا یا کالا کرنا، میت پر آہ و بکا، جزع فزع کرنا اور ہلاکتوں وغیرہ کی بدعا کرنے کو نوحہ کہتے ہیں، اس کے علاوہ ہر وہ عمل اور انداز جو اللہ کے فیصلے اور اس کی طرف سے مقرر کردہ تقدیر پر جزع و فزع اور بے صبری پر دلالت کرے سب کے سب حرام اور بڑے گناہ ہیں۔

صحیحین میں ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لیس منامن لطم الخدود و شق الجيوب و دعا بدعوی الجاہلیہ  
(صحیح بخاری: 1232، صحیح مسلم: 103)

[ہمارے طریقے پر وہ نہیں ہے جو گال پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے (یعنی مصیبت کے وقت ناشکری کی باتیں کرے)]

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر اُس آدمی سے بری ہیں جو مصیبت کے وقت چیخے چلائے، اپنے بال چھیلے اور اپنے کپڑے چاک کرے [صحیح بخاری: 1232، صحیح مسلم: 103] لہذا میری اسلامی بہنو! مصیبت کے وقت ان حرام کاموں سے اجتناب کر کے صبر و شکر کے

ساتھ ثواب کی امید کرنا تم پر واجب اور فرض ہے تاکہ مصیبت تمہارے گناہوں کے لیے کفارہ اور نیکیوں میں زیادتی کا سبب بن سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَتَجْلِبُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ  
وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ - الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ  
وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ - أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُهْتَدُونَ (سورہ بقرہ: 155-157)

[اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک و پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور اُن پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے جنہیں جب کبھی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اُن پر ان کے رب کی نوازش اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں]

البتہ اس انداز سے رونا جائز ہے کہ نوحہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی حرام کام اور حرام انداز ہو نیز اللہ کے فیصلے اور قضا و قدر سے ناراضگی نہ ہو، کیونکہ رونے میں میت کے لیے رحم دلی اور رقت قلب کا اظہار ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنے کی کوئی گنجائش نہیں لہذا رونا حلال ہے اور بسا اوقات مستحب ہوتا ہے اور اللہ ہی تنہا مدد طلب کرنے کے لائق ہے۔

## ساتویں فصل

# صیام (روزے) کے باب میں عورت سے متعلق

## مخصوص احکام

رمضان المبارک کا (روزہ) صوم ہر (بالغ، عاقل، صوم رکھنے کی جسمانی طاقت رکھنے والے) مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔ نیز صوم ارکان اسلام میں سے ایک رکن اور عظیم بنیاد ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورہ بقرہ: 183)

[اے ایمان والو! تم پر صوم رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر صوم فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو]

آیت کریمہ میں ”کُتِبَ“ کا معنی فرض کیا گیا ہے چنانچہ جب لڑکی اس عمر کو پہنچ جائے جس عمر میں وہ احکام شریعت کا مکلف اور پابند ہوتی ہے یعنی بلوغت کی نشانیوں میں سے اس پر کوئی نشانی ظاہر ہو جائے جیسے حیض وغیرہ تو اس پر صوم فرض ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات لڑکی کو نو (9) سال کی عمر میں حیض کا خون آنے لگتا ہے جبکہ بعض لڑکیاں اس بات سے لاعلم اور غافل ہوتی ہیں کہ اس وقت ان پر صوم فرض ہو گیا ہے، لہذا یہ سوچ کر کے کہ ابھی وہ چھوٹی

ہے صوم نہیں رکھتی ہے اور نہ ہی اُس کے گھر والے اسے صوم رکھنے کا حکم دیتے ہیں حالانکہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن کا چھوڑ دینا یہ بہت بڑی کوتاہی ہے، لہذا جو بھی اس حالت سے گزرے اُن دنوں کے صوم کی قضا فرض اور واجب ہے جو اُس نے حیض آجانے کے بعد چھوڑے ہیں، اگرچہ اُس پر ایک عرصہ دراز اور لمبا وقت گزر گیا ہو کیونکہ وہ اس کے حق میں باقی ہے۔ (اس پر قضا کے ساتھ ہر دن کے حساب سے آدھا صاع (لگ بھگ ۵۰۰ گرام) غلہ مسکین کو کھلانا واجب ہے)

### کس پر رمضان کا صوم مندرض ہے؟

جب ماہِ رمضان شروع ہو جائے تو ہر بالغ تندرست صحیح و سالم مقیم مسلمان مرد اور عورت پر اس کے صوم رکھنا فرض ہے۔ مرد اور عورت میں جو بیمار ہوں یا ماہِ رمضان کے درمیان مسافر ہوں تو وہ صوم توڑ دیں اور فوت شدہ صوم کی قضا دوسرے دنوں میں کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَ مَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (سورہ بقرہ: 185)

[تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پالے اسے صوم رکھنا چاہیے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے]

اسی طرح مرد اور عورت میں سے جسے ماہِ رمضان مل جائے اور وہ عمر دراز بوڑھا ہو، صوم رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا کسی کو ایسی بیماری لاحق ہو جس سے کبھی بھی شفا یابی کی امید نہ ہو چاہے مرد ہو یا عورت، تو ایسا شخص صوم توڑ دے گا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو عام طور پر اُس بستی یا شہر کی غذا اور خوراک میں سے آدھا صاع (۵۰۰ گرام) بطور فدیہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

... وَ عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهِ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (سورہ بقرہ: 184)

[جو صوم کی طاقت نہیں رکھتے ہیں وہ فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں]  
 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: [آیت کریمہ اُس عمر دراز بن رسیدہ کے لیے ہے  
 جس کی شفا یابی کی امید نہ ہو] (صحیح بخاری)  
 اور وہ مریض جس کی بیماری سے شفا پانے کی بالکل امید نہ ہو وہ بوڑھے کے حکم میں ہے، اس  
 پر قضا نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

عورتوں کے ساتھ کچھ ایسے عذر ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ماہ رمضان میں اُن کے لیے صوم  
 توڑنا جائز ہے، اُن عذر کی وجہ سے توڑے ہوئے صوم کی قضا وہ دوسرے دنوں میں کرے  
 گی۔ وہ عذر یہ ہیں:  
 (۱) حیض اور نفاس:

ان دونوں حالتوں میں عورت پر صوم رکھنا حرام اور دوسرے دنوں میں قضا کرنا فرض اور  
 واجب ہے۔ صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کناؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة  
 [ہمیں صوم قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور صلاۃ قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا]  
 یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ اُن سے ایک عورت نے پوچھتے ہوئے کہا: کیا وجہ ہے کہ حیض  
 والی عورت صوم قضا کرے گی اور صلاۃ قضا نہیں کرے گی؟ تو اُس پر ام المؤمنین رضی اللہ  
 عنہا نے بیان کیا کہ یہ اُن توقیفی امور میں سے ہے جس میں نص اور دلیل کی پیروی کی جائے  
 گی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 15 ص 251) میں اس کی حکمت ذکر کیا  
 ہے کہ ”وہ خون جو حیض کے ذریعہ نکلتا ہے مدت حیض میں جسم سے خون ضرور نکلے گا۔ اور  
 حائضہ عورت کے لیے ایام حیض کے علاوہ دنوں میں جس میں نسوانی خون نہیں نکلتا ہے صوم  
 رکھنا ممکن ہے ایسی حالت میں عورت کا صوم رکھنا معتدل اور مناسب ہوگا اس لیے کہ اُس

میں وہ خون نہیں نکلتا جس سے جسم کو تقویت ملتی ہے، کیونکہ خون جسم کا ایک مادہ ہے، چنانچہ عورت کا حالت حیض میں صوم رکھنا جبکہ لازمی طور پر خون آئے گا جو کہ اس کا ایک جسمانی مادہ ہے جس سے جسمانی کمزوری اور کمی ضرور لاحق ہوگی ساتھ ہی ساتھ حالت حیض میں صوم حالت اعتدال پر برقرار نہیں رہے گا بنا بریں عورت کو حکم دیا گیا کہ وہ حیض کے علاوہ اوقات میں صوم رکھے۔“

(۲) حمل اور دودھ پلانا:

ان دونوں حالتوں میں عورت یا اُس کے بچے کو یا ایک ساتھ دونوں کو صوم رکھنے سے نقصان پہنچنے کے اندیشے کی صورت میں عورت صوم توڑ سکتی ہے۔ اگر وہ نقصان جس کے خوف اور ڈر سے اُس نے صوم توڑا ہے صرف بچے کو پہنچتا ہے عورت کو نہیں تو ایسی صورت میں اُن دنوں کے صوم کی قضا کرے گی جو اُس نے توڑا ہے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی اور اگر نقصان صرف عورت کو پہنچتا ہے تو صرف قضا کر لینا کافی ہے کیونکہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت عموماً اُس فرمان الہی..... وَ عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ..... (سورہ بقرہ: 185) میں داخل ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (ج 1 ص 379) میں تحریر فرمایا ہے کہ ”اس میں حمل اور دودھ پلانے والی عورتیں شامل ہیں جبکہ اُن کو اپنی ذات یا اپنے بچے پر اندیشہ اور خوف ہو۔“

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے: ”اگر حمل والی عورت کو اپنے پیٹ میں موجود بچے کے سلسلے میں اندیشہ ہو تو وہ صوم توڑ دے گی اور ہر دن کے بدلے صوم رکھ کر قضا کرے گی نیز ہر دن کے عوض ایک مسکین کھلائے گی“ (مجموع فتاویٰ: ج 25 ص 318)

(۱) مستحاضہ: وہ عورت جسے حیض کے علاوہ خون آتا ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ مستحاضہ عورت پر صوم رکھنا واجب ہے استحاضہ کے خون کی وجہ سے صوم توڑنا جائز نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جہاں حائضہ عورت کے صوم توڑنے کا ذکر کیا ہے وہاں فرماتے ہیں

”استحاضہ والی عورت کے برعکس کیونکہ استحاضہ ہر وقت ہو سکتا ہے ایسی عورت کے لیے کوئی مخصوص وقت نہیں ہے جس میں اسے صوم رکھنے کا حکم دیا جائے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس سے بچنا ناممکن ہے جیسے قی کا خود بخود آنا، پھوڑے اور زخم وغیرہ سے خون نکلنا، احتلام ہونا وغیرہ جن کا کوئی متعین وقت نہیں کہ اس وقت میں اُن سے بچا جاسکے لہذا حیض کی طرح استحاضہ کا خون صوم کے منافی نہیں ہے۔“ (مجموع فتاویٰ: ج 25 ص 251)

(۲) حائضہ، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر چھوٹے صوم کی قضا اگلا رمضان آنے سے پہلے کر لینا واجب ہے۔ البتہ اس کے قضا کرنے میں جتنی جلدی ہو بہتر ہے اور اگر آنے والے رمضان میں صرف اتنے دن باقی رہ جائیں جتنے دن قضا کرنے ہیں تو بھی تو اس پر قضا کرنا واجب ہے تاکہ نئے رمضان شروع ہوتے وقت اُن پر پچھلے رمضان کا صوم باقی نہ رہے۔ اگر انھوں نے قضا نہیں کیا اور دوسرا رمضان شروع ہو گیا جبکہ اُن پر گئے سال کا صوم باقی ہے اور صوم کی تاخیر کرنے کی کوئی شرعی عذر نہیں ہے تو اُن پر قضا کے ساتھ ہر دن کے عوض ایک مسکین کھلانا واجب ہے اور اگر شرعی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے تو صرف قضا کرنا ہوگا اسی طرح جس پر بیماری یا سفر کے باعث صوم توڑ دینے کی وجہ سے قضا ہوان کا بھی وہی حکم ہے جو حیض کی وجہ سے صوم توڑنے والی عورت کا ہے۔ تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

(۳) شوہر کی موجودگی میں شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی صوم رکھنا جائز نہیں۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحل لامرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه  
 [کسی عورت کے لیے اس کے شوہر کی موجودگی میں شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) صوم رکھنا حلال نہیں]

امام احمد اور ابوداؤد کی بعض روایات میں ’’الارضان‘‘ ہے یعنی رمضان کے علاوہ، البتہ جب عورت کا شوہر نفلی صوم رکھنے کی اجازت دے دے یا شوہر اس کے پاس موجود نہ ہو یا سرے سے شوہر ہی نہ ہو اس کا نفلی صوم رکھنا مستحب اور پسندیدہ ہے خاص کر ان ایام میں جن میں صوم رکھنا مستحب ہے جیسے ہر سوموار، جمعرات اور ہر مہینہ میں تین دن (ایام بیض 13، 14، 15) شوال کے چھ صوم، ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں، عرفہ کے دن۔ نو اور دس محرم۔ البتہ اگر اُس پر رمضان کے صوم کی قضا باقی ہے تو بغیر قضا صوم پورا کیے ہوئے نفلی صوم رکھنا مناسب نہیں ہے اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

(۴) جب عورت ماہ رمضان میں دن کے کسی بھی وقت حیض سے پاک ہو جائے تو اسے اُس دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے سے اجتناب کرنا چاہیے اور حیض کی وجہ سے جن دنوں میں وہ صوم نہ رکھ سکی ہے اور اُس دن کا جس دن پاک ہوئی ہے قضا کرنا چاہیے۔ وقت کا احترام کرتے ہوئے پاکی حاصل ہونے والے دن کے بقیہ حصہ میں صوم رکھنا اس پر واجب ہے۔

## آٹھویں فصل

# حج و عمرہ میں

## عورت سے متعلق مخصوص احکام

امت اسلامیہ پر ہر سال بیت اللہ کا حج کرنا فرض کفایہ ہے۔ پوری عمر میں ایک بار اُس مسلمان پر حج فرض ہے جس کے اندر فرضیت حج کی شرطیں پائی جاتی ہوں نیز ایک بار سے زیادہ جو حج کرے وہ نفل حج ہے۔ حج ارکانِ اسلام میں سے ایک عظیم رکن ہے، حج مسلمان عورت کے لیے جہاد کا حصہ ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یا رسول اللہ هل علی النساء جہاد؟ قال: نعم علیہن جہاد لا قتال فیہ الحج والعمرة (صحیح سنن ابن ماجہ: 2362)

[اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اُن پر وہ جہاد ہے جس میں قتال نہیں یعنی حج اور عمرہ]

اس کو امام احمد اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں:

یا رسول اللہ نری الجہاد أفضل العمل أفلا نجاهد قال لكن أفضل الجہاد حج مبرور

[اے اللہ کے رسول ہمارا خیال ہے جہاد سب سے افضل عمل ہے تو کیا ہم جہاد کریں؟ آپ

نے فرمایا لیکن سب سے افضل جہاد حج مبرور (مقبول) ہے] حج میں عورت کے کچھ مخصوص مسائل یہ ہیں:

(۱) محرم مرد اور عورت کے لیے حج کی عمومی شرطیں اسلام، عقل، آزادی، بلوغت، جسمانی و مالی طاقت ہیں اور عورت کے لیے مذکورہ شرطوں کے علاوہ خصوصی شرط یہ ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی محرم ہو جو اس کے ساتھ سفر حج کر سکے۔ عورت کا محرم اُس کا شوہر یا ہر وہ مرد ہے جس پر نسب کے اعتبار سے ہمیشہ ہمیش کے لیے عورت حرام ہو، جیسے عورت کا باپ، اس کا بیٹا، اس کا بھائی۔ یا کسی مباح سبب سے جس مرد پر عورت ہمیشہ ہمیش کے لیے حرام ہو جیسے عورت کا رضاعی بھائی، یا اُس کی ماں کا شوہر (اس کی ماں کا دوسرا شوہر جو اُس کے باپ سے پہلے تھا) یا اس کے شوہر کے بیٹے (یعنی دوسرے باپ سے) اس کی دلیل عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ دیتے وقت سنا تھا، آپ فرما رہے تھے:

لا یخلون رجل بامرأة إلا معها ذو محرم ولا تسافر المرأة إلا مع ذی محرم فقام رجل فقال: یا رسول اللہ! إن امرأتی خرجت حاجة وإنی اکتبت فی غزوة کذا کذا قال: فانطلق فحج مع امرأتک (متفق علیہ)  
[کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ بغیر محرم کے تنہائی میں نہ ہو اور نہ ہی کوئی عورت غیر محرم کے ساتھ سفر کرے، اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میری عورت حج کے لیے گئی ہے اور فلاں فلاں جنگ میں میرا نام درج ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو]

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
لا تسافر المرأة ثلاثاً إلا معها ذو محرم (متفق علیہ)  
[عورت تین دن کے مسافت کے برابر بغیر محرم کے سفر نہ کرے]

اس سلسلے میں بہت ساری ایسی حدیثیں ہیں جن میں اس بات کی مکمل ممانعت ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر حج وغیرہ کرے، کیونکہ فطری طور پر عورت کمزور ہے، دورانِ سفر اُسے بہت ساری ایسی پریشانیاں آسکتی ہیں جن کا مقابلہ صرف مرد ہی کر سکتے ہیں، نیز عورت فاسق و فاجر لوگوں کے لیے سامانِ طمع ہے لہذا اس کے ساتھ کسی ایسے محرم کا ہونا ضروری ہے جو اس کی حفاظت و نگرانی کر سکتا ہو اور فاسقوں و فاجروں کی ایذا رسانی سے محفوظ رکھ سکتا ہو۔ وہ مرد جو عورت کے ساتھ سفر حج کے لیے نکلے اس کا عقلمند، بالغ اور مسلمان ہونا شرط ہے کیونکہ کافر سے عورت کو مامون نہیں سمجھا جاسکتا اور اگر سرے سے عورت کے پاس کوئی محرم ہی نہ ہو تو ایسی حالت میں عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنا کسی کو نائب بنا دے جو اس کی طرف سے حج ادا کرے۔

(۲) عورت کے لیے نفلی حج میں اجازت شرط ہے کیونکہ سفر حج کے باعث شوہر کا جو حق ہے وہ فوت ہو جائے گا۔ صاحبِ مغنی نے (ج 4 ص 240 میں) تحریر فرمایا ہے ”شوہر عورت کو نفلی حج سے منع کر سکتا ہے، ابن منذر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ”علماء کی ایک کثیر تعداد کے نزدیک شوہر عورت کو نفلی حج کے سفر سے روکنے کا حق رکھتا ہے کیونکہ شوہر کا حق واجب اور ضروری ہے اور عورت کے لیے یہ بالکل درست نہیں ہے کہ شوہر کے حقوق غیر واجب عمل کی وجہ سے سے ضائع کر دے جیسے کہ آقا اپنے غلام کے ساتھ“۔

(۳) عورت مرد کی نیابت کرتے ہوئے اس کی طرف سے حج اور عمرہ کر سکتی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 26 / ص 13) میں فرمایا ہے: ”باتفاق اہل علم عورت کے لیے دوسری عورت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے، چاہے اس کی بیٹی ہو یا کوئی اور ہو اور اسی طرح ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نیشعمیہ عورت کو اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا تھا جب اس نے عرض کیا کہ

يا رسول الله إن فريضة الله في الحج على عبادة أدرکت ابي وهو شيخ  
كبير لا يستطيع أن یركب أفأج عنه؟ قال: نعم فإنه لو كان علی  
أبيك دين أفضيته (صحیح ابن ماجہ: 2368)

[اے اللہ کے رسول ﷺ حج کے سلسلے میں اللہ کے بندوں پر فريضة حج میرے والد پر  
واجب ہو چکا ہے اور وہ بوڑھے ہیں سواری پر سفر کی طاقت نہیں رکھتے ہیں کیا میں ان کی  
طرف سے حج کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر تمہارے والد پر قرض ہوتا تو اس کی ادائیگی  
کرتی] چنانچہ رسول ﷺ نے خشمیہ عورت کو اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا  
جب کہ مرد کا احرام عورت کے احرام سے زیادہ کامل ہے۔

(۴) حج میں دوران سفر جب عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو وہ اپنے سفر کو جاری رکھے اور  
اگر ایسا معاملہ احرام کے وقت پیش آئے تو دوسری پاک عورت کی طرح یہ عورت بھی احرام  
باندھ لے گی کیونکہ احرام باندھنے کے لیے پاکی اور طہارت شرط نہیں ہے، صاحب مغنی  
نے (ج 3/ص 293-294 میں) ذکر کیا ہے کہ ”جس طرح احرام باندھتے وقت مردوں  
کے لیے غسل مشروع ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی احرام باندھتے وقت غسل مشروع  
ہے کیونکہ یہ اعمال حج میں سے ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو غسل کی زیادہ تاکید کی گئی  
ہے جس کی دلیل جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کہتے ہیں:

اتینا ذا الحليفة فولدت أسماء بنت عميس محمد بن أبي بكر فارسلت  
إلى رسول الله ﷺ كيف أصنع؟ قال اغتسلي و استتفري بثوب و  
أحرهي (متفق عليه)

[جب ہم ذوالحلیفہ (اہل مدینہ کی میقات) پہنچے تو اُسما بنت عمیس نے محمد بن ابوبکر کو جنا پھر  
انھوں نے رسول ﷺ کے پاس دریافت کرنے کے لیے بھیجا کہ میں کیا کروں؟ آپ  
نے فرمایا: تم غسل کر لو اور کپڑے کی لنگوٹی کس لو اور احرام باندھ لو]

عبداللہ بن عباس نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا:  
 النفساء و الحائض إذا أتيا على الوقت تغسلان تحرمان و تقضيان  
 المناسك كلها غير الطواف بالبيت (صحیح سنن ابی داؤد: 1744)  
 [حیض اور نفاس والی عورتیں جب میقات پر پہنچیں گی تو دونوں غسل کریں گی، احرام باندھیں گی  
 اور طوافِ کعبہ کے علاوہ حج کے تمام اعمال ادا کریں گی]  
 اسی طرح رسول ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض میں حج کا احرام باندھنے کے لیے  
 غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔

احرام باندھتے وقت حائضہ اور نفاس والی عورت کے غسل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ صفائی  
 حاصل ہو جائے نیز بدبو ختم ہو جائے تاکہ لوگوں کے اکٹھا ہوتے وقت دوسروں کو تکلیف نہ ہو اور  
 گندگی بھی ختم ہو جائے، اور اگر حالت احرام میں حیض یا نفاس آجائے تو اس کا ان دنوں کے  
 احرام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، وہ حالت احرام میں باقی رہیں گی، ممنوعات احرام سے بچیں گی  
 البتہ جب تک حیض یا نفاس سے پاک نہ ہو جائیں اور غسل نہ کر لیں کعبہ کا طواف نہیں کریں گی۔  
 اسی طرح اگر عرفہ کا دن (9 ذی الحجہ) آجائے اور پاکی حاصل نہ ہو جبکہ اس نے حج تمتع کا احرام  
 باندھا ہو تو وہ اپنی نیت حج قرآن میں بدل لیں گی، اس کی دلیل یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا  
 حائضہ ہو گئیں جبکہ انھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو نبی ﷺ ان کے پاس آئے اور وہ رو  
 رہی تھیں، آپ نے دریافت فرمایا:

ما يبكيك لعلك نفسست؟ قالت نعم، قال: هذا شئى قد كتبه الله على  
 بنات آدم، افعلى ما يفعل الحاج غير ان لا تطوفى بالبيت (متفق عليه)  
 [تم کیوں رو رہی ہو لگتا ہے تم کو حیض آ گیا ہے؟ جواباً عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں، تو آپ  
 ﷺ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر مقدر فرمایا ہے، تم کعبہ کا  
 طواف کرنے کے علاوہ وہ سب کرو جو حج کرنے والا کرتا ہے]

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ”پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انھیں روتے ہوئے پایا، آپ نے پوچھا، تمہارا کیا معاملہ ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں حائضہ ہو گئی ہوں اور لوگ (عمرہ کر کے) حلال ہو چکے ہیں اور میں نہیں حلال ہوئی ہوں اور نہ ہی کعبہ کا طواف کیا ہے اور اب لوگ حج کے لیے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ وہ معاملہ ہے جو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر مقدر فرما دیا ہے تم غسل کر لو پھر احرام باندھ لو (عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) تو میں نے کیا اور ہر ٹھہرنے کی جگہ میں ٹھہری یہاں تک کہ جب میں پاک ہو گئی تو کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کیا اور آپ نے فرمایا: تم اپنے حج و عمرہ سے ایک ساتھ حلال ہو گئی۔“ (صحیح بخاری و مسلم)

علامہ ابن القیم نے تہذیب السنن (ج 2/ ص 303) میں ذکر کیا ہے ”صحیح حدیثوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے عمرہ کا تلبیہ پکارا تھا پھر جب حائضہ ہو گئیں تو انھیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا تلبیہ پکارنے کا حکم دیا تو انھوں نے حج قرآن کی نیت کر لی، اسی وجہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يكفيك طوافك بالبيت وبين الصفا والمروة والحجك وعمرتك

[تمہارا کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا تمہارے حج اور عمرہ کے لیے کافی ہے] (صحیح مسلم)

(۵) احرام باندھتے وقت عورت کیا کرے؟

احرام باندھتے وقت وہی سب کچھ عورت بھی کرے گی جو مرد کرتا ہے جیسے غسل کرنا، بال و ناخن اور بدبو زائل کر کے صفائی حاصل کرنا، تاکہ حالت احرام میں اس کی ضرورت درپیش نہ ہو کیونکہ حالت احرام میں یہ سب ممنوع ہے اور اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو لازمی بھی نہیں ہے اور نہ ہی احرام کی خصوصیت میں سے ہے۔ اسی طرح ایسا خوشبو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں بہت عمدہ خوشبو نہ ہو کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

کنا نخرج مع رسول الله ﷺ فنضمد جباهنا بالمسك عند الإحرام  
 فإذا عرقت إحدانا سأل على وجهها فبرأها النبي ﷺ فلا ينهانا (صحیح  
 سنن ابی داؤد: 1830)

[ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے والے تھیں تو احرام کے وقت ہم اپنی پیشانیوں پر مشک کی  
 خوشبو باندھتی تھیں جب ہم میں سے کسی کو پسینہ ہوتا تو مشک اس کے چہرہ پر بہہ پڑتا نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور ہمیں منع نہیں فرماتے] اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار (ج 5/ ص 12) میں تحریر فرمایا ہے کہ ”رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خاموشی جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ کسی باطل پر خاموشی نہیں فرماتے“۔

(۶) احرام پہننے سے پہلے احرام کی نیت کرتے وقت عورت پہنے ہوئے برقع اور نقاب نکال  
 دے گی، نقاب اور برقع چہرے کا وہ پردہ ہے جس میں دونوں آنکھوں پر دوسوراخ ہوتے ہیں  
 جن سے عورت دیکھتی ہے، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لا تلتنقب المحرمة (صحیح بخاری: 1741)

[احرام باندھنے والی عورت نقاب نہیں پہنے گی]

اور برقع نقاب سے زیادہ قوی ہے (موجودہ اصطلاح میں نوزپیس کہتے ہیں) نیز احرام سے پہلے  
 اگر دستانہ پہنے ہوئے ہے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں میں موجود دونوں دستانوں کو نکال دے گی۔ اور  
 اپنے چہرے کو نقاب اور برقع کے علاوہ کسی دوسری چیز سے ڈھانکے گی نیز غیر محرم مردوں کے  
 سامنے اوڑھنی وغیرہ سے اپنے چہرے کو ڈھانک لے گی، اسی طرح غیر محرم مردوں سے اپنی  
 دونوں ہتھیلی بھی دستانہ کے علاوہ کسی دوسرے کپڑے سے چھپائے گی کیونکہ چہرہ اور دونوں  
 ہتھیلیاں وہ جسمانی عورة (چھپانے کی چیز) ہیں جن کا احرام اور غیر احرام دونوں حالت میں  
 اجنبیوں سے چھپانا واجب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ”دونوں دستانے  
 غلاف ہیں جو ہاتھ کے لیے بنائے جاتے ہیں اور عورت اگر اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے ڈھانک

لے جو چہرہ سے چمٹانہ ہو تو متفقہ طور پر جائز ہے۔ اور چمٹنے کی صورت میں بھی صحیح بات یہ ہے کہ جائز ہے، ساتھ ہی ساتھ عورت اس بات کی پابند نہیں ہے کہ وہ اپنے پردہ کو چہرے سے ہاتھ یا کٹڑی وغیرہ سے الگ رکھے، کیونکہ نبی ﷺ نے عورت کے چہرہ اور اس کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان برابری کا درجہ رکھا ہے اور دونوں چیزیں آدمی کے بدن کے مانند ہیں نہ کہ آدمی کے سر کے مانند۔ ازواج مطہرات چہرہ سے الگ کرنے کی پرواہ کیے بغیر اپنے چہروں پر اوڑھنی لٹکاتی تھیں نیز علماء میں سے کسی نے نبی ﷺ سے یہ نہیں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ ”احرام المرأة في وجهها“ [عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے] بلکہ یہ بعض سلف کا قول ہے“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تہذیب السنن (جلد دوم ص 350) میں تحریر کیا ہے کہ ”حالت احرام میں لازماً اپنا چہرہ کھولنے کے سلسلے میں نقاب پہننے کی ممانعت کے علاوہ نبی ﷺ سے کچھ بھی وارد نہیں ہے۔ مزید بیان کیا ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانکتی تھیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے:

كان الركب ان يبرون بنا ونحن محرمات مع النبي ﷺ فإذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها على وجهها فإذا جاوزنا كشفنا [سوار لوگ ہمارے پاس سے گزرتے تھے جبکہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں تو جب سوار ہمارے سامنے آتے تو ہم اپنے چادر کو اپنے چہرہ پر لٹکا لیتے اور جب ہم سے نکل جاتے تو ہم کھول لیتے]

لہذا اے حالت احرام میں رہنے والی مسلمان عورت! تجھے اس بات سے قطعی طور پر منع کر دیا گیا ہے کہ تو اپنے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کو اُن کپڑوں سے ڈھانکے جو ان کے لیے سہلے گئے ہوں خاص کر نقاب نیز دستانے سے، اور اپنی اوڑھنی یا کپڑے وغیرہ سے اپنے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کا غیر محرم آدمیوں سے پردہ کرنا تیرے لیے لازمی اور ضروری ہے۔

اور جو یہ بات کی جاتی ہے کہ کسی چیز سے پردہ کو چہرہ سے الگ رکھا جائے تو اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے، نہ ہی لکڑی رکھی جائے گی اور نہ سر پر عمامہ اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی چیز۔ (۷) عورت حالت احرام میں عورتوں کے لباس میں سے جو کپڑا چاہے پہن سکتی ہے، بس اُس میں زیب و زینت اور مردوں کی مشابہت نہ ہو اور نہ ہی اس قدر تنگ اور چست ہو کہ جسمانی اعضاء کے نشیب و فراز ظاہر ہوں، اسی طرح نہ ہی ایسا ہلکا اور باریک ہو جس سے بدن جھلکے اور نہ ہی اس طرح چھوٹا ہو کہ اُس سے دونوں پیر اور ہاتھ کھل جایا کریں بلکہ لمبا موٹا اور کشادہ ہو۔ ابن منذر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ”علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ احرام باندھنے والی عورت کے لیے قمیص، پانچامے، دوپٹے، موزے پہننا روا اور درست ہے۔“ (معنی: ج 3/ ص 328)

عورت پر یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کوئی مخصوص رنگ کا کپڑا پہنے جیسے سبز یا سیاہ بلکہ عورتوں کے لیے مخصوص رنگوں میں جس رنگ کا چاہے پہن سکتی ہے جیسے سرخ یا ہیرا یا کالا اور اگر ضرورت ہو تو کپڑا بدل کر پہن سکتی ہے۔

(۸) احرام باندھنے کے بعد عورت کے لیے دھیمی آواز میں اس انداز سے کہ وہ بذات خود سن سکے تلبیہ پکارنا مسنون ہے، ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ”تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ آواز بلند نہ کرے بلکہ وہ صرف اپنے آپ کو سنائے۔ فتنہ کے اندیشے سے اس کا آواز بلند کرنا مکروہ ہے، اسی وجہ سے اس کے لیے اذان مسنون نہیں ہے نیز صلاۃ میں امام کے بھول جانے پر آگاہ کرنے کے لیے سبحان اللہ کہنے کے بجائے عورت کا تالی بجانا مسنون ہے۔“ (معنی: ج 2/ ص 330-331)

(۹) دوران طواف عورت پر مکمل پردہ کرنا، آواز پست رکھنا، نگاہ نیچی رکھنا، مردوں کی بھیڑ سے بچنا ضروری ہے خاص کر حجر اسود اور رکن یمانی کے پاس مزاحمت نہ کرنے کے ساتھ ساتھ عورت کا مطاف کے آخری حصہ میں طواف کرنا کعبہ کے قریب ہو کر بھیڑ بھاڑ

میں طواف کرنے سے افضل ہے، کیونکہ فتنہ کے خوف سے مزاحمت حرام ہے۔ لیکن باآسانی کعبہ کے قریب ہونا اور حجر اسود کو بوسہ دینا دونوں سنت ہے، مگر سنت حاصل کرنے کی خاطر حرام کام کا ارتکاب نہ کرے بلکہ ایسی صورت (مزاحمت اور دھکم پیل) میں عورت کے لیے یہ سنت ہی نہیں ہے، اس صورت میں عورت کے لیے حجر اسود کا سامنا کرتے وقت اس کی طرف اشارہ کر دینا ہی سنت ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے مجموع (ج 8/ ص 37) میں لکھا ہے کہ ”ہمارے اصحاب کے نزدیک عورت کے لیے حجر اسود کا بوسہ دینا اور اس کا استلام کرنا اُس وقت مستحب ہے جب عورت اور دیگر لوگوں کے نقصان وغیرہ کا خیال رکھتے ہوئے رات وغیرہ میں مطاف (طواف کی جگہ) خالی ہو۔“

اور مغنی (ج 3/ ص 331) میں ہے کہ عورت کے لیے رات میں طواف کرنا مستحب ہے اس لیے کہ رات اس کے لیے زیادہ باعث پردہ اور کم بھیڑ بھاڑ کا وقت ہے لہذا ایسے وقت میں وہ کعبۃ اللہ سے قریب ہو سکتی ہے اور حجر اسود کا بوسہ بھی دینا ممکن ہے۔“

(۱۰) مغنی (ج 3/ ص 394) میں ہے کہ ”عورتوں کا طواف اور سعی پورا کا پورا چلنا ہے۔ ابن منذر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ طواف اور سعی میں عورت پر رمل (تیز چلنا) نہیں ہے۔ اور نہ ہی اضطباع (یعنی احرام کے داہنے کنارے کو داہنے کندھے کے نیچے سے نکال کر آگے سے بائیں کندھے پر ڈال لینا اور داہنا کندھا کھول لینا) اس وجہ سے کہ ان دونوں عملوں میں قوت کا اظہار کرنا ہے اور عورت کے سلسلے میں یہ مقصود نہیں ہے، نیز اس وجہ سے بھی کہ عورتوں میں حجاب و پردہ پوشی مقصود ہے اور حالت رمل و اضطباع میں بے پردگی کا امکان ہے۔“

(۱۱) حائضہ عورت کے لیے پاکی سے قبل حائضہ و ناحبائز اعمال:

حائضہ عورت حج کے سارے مناسک اور اعمال ادا کرے گی، احرام باندھے گی، عرفہ میں ٹھہرے گی، مزدلفہ میں رات گزارے گی، جمرات کو کنکریاں مارے گی لیکن بغیر پاک ہوئے

کعبہ کا طواف نہیں کرے گی۔ کیونکہ رسول ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہوتے وقت فرمایا تھا: ”حاجی جو کچھ کرتا ہے کرو البتہ بغیر پاک ہوئے کعبہ کا طواف نہ کرو“ (متفق علیہ) اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

فأقضى ما يقضى الحاج غير أن لا تطوف بالبيت حتى تغتسل

[جو حاجی کرتا ہے سب کچھ کرو سوائے اس کے کہ جب تک غسل نہ کر لو خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو] امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار (ج 5/ص 49) میں ذکر فرمایا ہے کہ ”حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ خون بند ہوئے اور غسل کیے بغیر عورت کے لیے طواف منع ہے۔ اور (کسی چیز) کی ممانعت (اس چیز) کے باطل ہونے کا متقاضی ہوتی ہے، لہذا حائضہ عورت کا طواف کرنا باطل ہوگا، یہی جہور کا قول ہے۔“

اسی طرح صفا و مروہ کی سعی بھی نہیں کرے گی کیونکہ سعی طواف حج کے بعد صحیح ہوتی ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ نے طواف کے بعد ہی سعی کیا ہے۔ امام نووی مجموع (ج 8/ص 82) میں فرماتے ہیں ”اگر طواف سے پہلے سعی کر لے تو اس کی سعی ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے یہی جہور علماء کا بھی قول ہے اور ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ امام ماوردی نے اس سلسلے میں اجماع نقل کیا ہے اور یہی امام مالک، ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے، ابن منذر نے امام عطاء اور بعض محدثین سے بیان کیا ہے کہ سعی صحیح ہوگی، یہی ہمارے اصحاب نے عطاء اور داؤد سے روایت کیا ہے۔“

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے طواف کے بعد سعی کیا ہے، اور آپ کا ارشاد ہے:

لتأخذوا عني مناسككم

[ہم سے تم لوگ حج کے اعمال سیکھ لو] (صحیح مسلم: 1297)

رہا مسئلہ صحابی رسول ابن شریک کی حدیث کا جس میں اُن کا بیان ہے کہ ”میں رسول ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلا تو لوگ آپ کے پاس آتے تھے کوئی کہتا تھا اے اللہ کے رسول میں نے

طواف سے پہلے سعی کر لی ہے یا کچھ پہلے کر لیا کچھ بعد میں کر لیا۔  
تو آپ فرماتے تھے:

لا حرج الا على رجل اقترض من عرض رجل مسلم وهو ظالم فذلك  
الذي هلك و حرج

[کوئی بات نہیں سوائے اُس آدمی کے جس نے ظلماً کسی مسلمان آدمی کی غیبت کی تو وہ ہلاک ہو گیا] تو اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے، سند کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں سوائے اسامہ بن شریک جو صحابی ہیں (صحیح سنن ابوداؤد: 2015) نیز اس حدیث کو اُس بات پر محمول کیا جائے گا جس پر امام خطابی وغیرہ نے محمول کیا ہے، امام خطابی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے طوافِ قدوم کے بعد اور طوافِ افاضہ سے پہلے سعی کیا ہے۔“ ہمارے شیخ محترم محمد امین شفقیطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر اَضواء البیان (ج 5/ ص 252) میں فرمایا ہے ”جان لو کہ جمہور علماء کا خیال ہے کہ سعی طواف کے بعد ہی صحیح ہے اور اگر طواف سے پہلے سعی کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس کی سعی صحیح نہ ہوگی یہی قول چاروں اماموں کا بھی ہے اور امام ماوردی وغیرہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے، پھر امام نووی کا قول ذکر کیا ہے جو اوپر گزر چکا ہے، نیز ابن شریک کے قول کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ابن شریک کا قول ”قبل أن أطوف“ [طواف کرنے سے پہلے] یعنی اس طوافِ افاضہ سے پہلے جو رکن ہے، اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ انھوں نے اس طوافِ قدوم کے بعد سعی کی ہو جو کہ رکن نہیں ہے۔“

معنی (ج 5/ ص 250) میں ہے کہ ”سعی طواف کے تابع ہے لہذا طواف کے بغیر سعی صحیح نہ ہوگی اور اگر طواف سے پہلے سعی کر لیا تو درست نہ ہوگی یہی امام مالک، امام شافعی اور اصحابِ رائی رحمہم اللہ کا قول ہے۔ امام عطاء نے کہا ہے کہ کفایت کر جائے گی، امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر بھول کر کر لیا تو کافی ہوگی اور اگر عمداً جان بوجھ کر کر لیا تو اس کی سعی کافی نہ ہوگی، کیونکہ جب بھول چوک اور نادانی میں تقدیم و تاخیر کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ

نے فرمایا ”کوئی حرج نہیں“

گزشتہ باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ حدیث جس کو دلیل بنا کر لوگ طواف سے پہلے سعی کے صحیح ہونے کے قائل ہیں اس میں سرے سے دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو دو باتوں میں سے کسی ایک پر محمول کیا جائے گا: یا تو وہ حدیث اُن لوگوں کے بارے میں ہے جن لوگوں نے طوافِ افاضہ سے پہلے سعی کیا جبکہ وہ طوافِ قدوم کی سعی کر چکے تھے تو ایسی صورت میں ان کی سعی طواف کے بعد ہوئی اور یا تو وہ حدیث عمداً کرنے والے پر نہیں بلکہ بھولے اور انجانے سے کر لینے والے پر محمول ہوگی۔ میں نے اس مسئلہ کو تفصیلی طور پر اس وجہ سے بیان کیا کہ اس وقت کچھ لوگ مطلق طور پر طواف سے پہلے سعی کے جائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

ایک وضاحت:

اگر عورت طواف کر چکی ہو اور طواف ختم کرنے کے بعد اُسے حیض آجائے تو ایسی حالت میں وہ سعی کرے گی کیونکہ سعی کے لیے طہارت و پاکی شرط نہیں ہے۔ مغنی (ج 5/ ص 246) میں ہے ”بیشتر علماء کا خیال ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لیے طہارت شرط نہیں ہے یہی امام عطاء، مالک، شافعی، ابو ثور اور اصحابِ رائی رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ابو داؤد و رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”جب عورت خانہ کعبہ کا طواف کر لے پھر حائضہ ہو جائے تو صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لے پھر کوچ کر جائے، اور عائشہ و أم سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِذَا طَافَتِ الْمَرْأَةُ بِالْبَيْتِ وَصَلَتْ رَكْعَتِي الطَّوْفِ ثُمَّ حَاضَتْ فَلْتَطَفَ  
بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

[جب عورت خانہ کعبہ کا طواف کر لے اور طواف کی دونوں رکعت صلاہ ادا کر لے پھر حائضہ ہو جائے تو صفا و مروہ کا سعی کر لے] (اس کو الاثرم نے روایت کیا ہے)

(۱۲) کمزور کی طرح عورتوں کے لیے مزدلفہ سے چاند ڈوب جانے کے بعد کوچ کر جانا جائز

ہے اور بھیڑ کے اندیشے سے منی پہنچنے کے بعد جمرہ عقبہ کو کنکری مار سکتی ہے، مغنی (ج 5 ص/286) میں ہے ”کمزوروں اور عورتوں کو پہلے جانے میں کوئی حرج نہیں، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کمزور اہل و عیال کو پہلے بھیج دیا کرتے تھے۔ یہی امام عطاء، ثوری، شافعی، ابو ثور اور دیگر اصحاب رאי کا قول ہے، نیز کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی ہے، اس لیے کہ اس سے ان لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا اور ازدحام کی مشقت و پریشانی سے انھیں محفوظ رکھنا مقصود ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا بھی ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (ج 5 ص/70) میں فرماتے ہیں ”تمام دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصت والوں کے لیے کنکری مارنے کا وقت سورج طلوع ہونے کے بعد ہے، لیکن جن کے لیے رخصت ہے جیسے عورتیں اور ان کے علاوہ کمزور لوگ تو ان کے لیے اس سے پہلے جائز ہے۔“

اور امام نووی مجموع (ج 8 ص/128) میں فرماتے ہیں ”امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ طلوع فجر سے پہلے آدھی رات کے بعد عورتوں اور ان کے علاوہ کمزور لوگوں کو مزدلفہ سے منی روانہ کر دینا سنت ہے تاکہ لوگوں کے ازدحام سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکری مار سکیں“ پھر اس کے بعد دلیلیں ذکر کی ہیں۔

(۱۳) حج اور عمرہ میں عورت اپنے سر کے بال سے انگلی کے پور کے برابر کاٹے گی، اُس کا سر موٹڈ ناچائز نہیں، مغنی (ج 5 ص/310) میں ہے ”عورت کے لیے بجائے سر موٹڈنے کے بال کا ثنا (تقصیر) ثابت اور مشروع ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن منذر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: کہ علماء کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے، کیونکہ عورت کے سلسلے میں (حلق) سر موٹڈنا مثلاً (کان ناک وغیرہ کا ثنا) ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس علی النساء حلق انما علی النساء التقصیر (صحیح سنن ابوداؤد: 1984)

[عورتوں پر حلق (سر مونڈنا) نہیں ہے ان پر تقصیر (بال کا ٹنا) ہے]

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں:

نہی رسول اللہ ﷺ أن تحلق المرأة رأسها (ضعیف سنن ترمذی: 914)

[اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر مونڈنے سے منع فرمایا ہے]

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”عورت ہر چوٹی سے انگلی کے پور کے برابر کاٹ لے گی۔ یہی قول ابن عمر، شافعی، اسحاق، ابو ثور رحمہم اللہ کا ہے۔ ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے امام احمد سے سنا اُن سے پوچھا گیا کہ عورت اپنے پورے سر کا قصر کرے گی؟ انھوں نے کہا ہاں۔ اپنے تمام بال کو سر کے آگے حصہ میں اکٹھا کر کے اپنے بالوں کے کنارے سے انگلی کے پور کے برابر کاٹ لے گی“

امام نووی نے مجموع (ج 8/ ص 150-154) میں لکھا ہے کہ ”تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کو سر مونڈنے کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کا کام اپنے سر کے بالوں کا کاٹنا ہے کیونکہ عورتوں کا سر مونڈنا بدعت اور مُثَلَّہ ہے۔

(۱۴) حائضہ عورت جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے اور سر کے بال کاٹنے کے بعد حلال ہو جائے گی اور احرام باندھنے کی وجہ سے جو کچھ اس کے لیے حرام تھا حلال ہو جائے گا البتہ شوہر کے لیے وہ حلال نہ ہوگی، لہذا جب تک طوافِ افاضہ (جسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں) سے فارغ نہ ہو جائے شوہر کو ہمبستری کرنے کی اجازت قطعاً نہ دے، اگر اس دوران شوہر نے مجامعت اور ہمبستری کر لی تو عورت پر فدیہ واجب ہو جائے گا یعنی مکہ میں ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت حرم کے مسکینوں میں تقسیم کر دے کیونکہ ہمبستری تحلل اول (حل اصغر) کے بعد ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر عورت طوافِ افاضہ کے بعد حائضہ ہو تو وہ جب چاہے سفر کر سکتی ہے، طوافِ وداع اس سے ساقط ہو جائے گا، عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

حاضت صغیة بنت حبی بعد ما أفاضت قالت: فذکرت ذلک لرسول

اللہ ﷺ فقال: أحابستناهي! فقلت يا رسول الله إنها قد أفاضت و طافت  
 بالببيت ثم حاضت بعد الإفاضة قال: فلتنفر إذن (متفق عليه)  
 [صفیہ بنت حنی طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہو گئیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں  
 نے اس معاملہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کہ انھوں نے ہمیں روک دیا؟  
 میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ طوافِ افاضہ اور خانہ کعبہ کا طواف کر چکی ہیں پھر اس کے  
 بعد حائضہ ہوئی ہیں تو آپ نے فرمایا تب تو وہ کوچ کر سکتی ہیں ]  
 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أمر الناس أن يكون آخر عهدهم بالببيت طوافاً إلا أنه خفف عن المرأة  
 الحائض (متفق عليه)  
 [لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ خانہ کعبہ کے ساتھ ان کا آخری عہد طواف ہو لیکن حائضہ  
 عورت کے سلسلے میں تخفیف کر دی گئی ہے ]  
 اور انہی سے مروی ہے:

أن النبي ﷺ رخص للحائض أن تصدق قبل أن تطوف بالببيت إذا كانت قد  
 طافت في الإفاضة (صحیح بخاری: 323)  
 [نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورت کو طواف سے پہلے کوچ کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ طوافِ  
 افاضہ کر چکی ہو ]

امام نووی رحمہ اللہ نے مجموع (ج 8/ ص 281) میں تحریر کیا ہے کہ: ابن منذر کہتے ہیں ”بہی  
 بات عام علماء نے کہی ہے جن میں سے امام مالک، اوزاعی، ثوری، احمد، اسحاق، ابو ثور اور ابو حنیفہ  
 رحمہم اللہ وغیرہ ہیں“

معنی (ج 37/ ص 461) میں ہے ”یہ ملک کے عام فقہاء کا قول ہے“ اور مزید فرمایا کہ ”نفاس والی  
 عورتوں کے سلسلے میں وہی حکم ہے جو حائضہ کا ہے، کیونکہ کسی چیز کے واجب اور ساقط ہونے میں

نفاس کے وہی احکام ہیں جو حیض کے ہیں۔“

(۱۶) مسجد نبوی کی زیارت عورت کے لیے اپنے محرم کے ساتھ مستحب ہے اس میں مقصد صلاۃ ادا کرنا اور دعا کرنا ہو، لیکن رسول پاک کی قبر کی زیارت جائز نہیں کیونکہ عورت کو قبر کی زیارت سے روکا گیا ہے، مملکت سعودیہ عربیہ کے مفتی شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ نے اپنے مجموع فتاویٰ (ج 3/ ص 239) میں تحریر کیا ہے ”اس مسئلہ میں درست بات یہ ہے کہ عورت کو قبر رسول ﷺ کی زیارت سے دو وجہ سے روکنا صحیح ہے۔ اس میں سے:

پہلی وجہ:

دلیلوں کا عموم: اور جب ممانعت عام ہو تو کسی کے لیے بلا دلیل خاص کرنا جائز نہیں، پھر یہاں پر ممانعت کی وجہ بھی موجود ہے (یعنی وہ وجہ جس کے باعث عورت کو قبروں کی زیارت سے روک دیا گیا ہے)

اور شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: یہ زیارت خاص مردوں کے لیے مشروع ہے، عورتوں کے لیے کسی بھی قبر کی زیارت درست نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے ”کہ آپ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد (عبادت گاہ) بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔“

لیکن مسجد رسول ﷺ میں صلاۃ پڑھنے اور اس میں دعا کرنے کی نیت یا ہر اُس کام کے ارادے سے جو تمام مسجدوں میں مشروع ہے مدینہ کا ارادہ کرنا تمام لوگوں کے لیے مشروع اور جائز ہے۔

# نوویں فصل

## ازدواجی زندگی سے متعلق

### چند احکام و مسائل

اللہ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ  
بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْتَبِرُونَ (سورہ روم: 21)

[اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیا تاکہ تم اُن سے آرام پاؤ، اُس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں]

اور فرمایا:

وَأَنْكِحُوا الْأَيْمَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا  
فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَسِيعٌ عَلِيمٌ (سورہ نور: 32)

[تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح کے ہوں اُن کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے امیر بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یہ حکم شادی کر دینے کے سلسلے میں ہے، اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک ہر اُس شخص پر شادی کرنا واجب ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہے ان

لوگوں نے اس فرمان رسول ﷺ سے دلیل لیا ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ أَتَفْلِي تَزُوجَ فَإِنَّهُ أَغْضُ  
لِلْبَصْرِ وَأَحْصَنَ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصُّومِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءُ  
(متفق عليه)

[اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہو یعنی (نان و نفقہ اور جسمانی طاقت) تو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ وہ نگاہ کو خوب نیچی کر دینے والا، شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ صوم رکھے یہ اس کے لیے ڈھال اور بچاؤ ہے]

اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمان الہی (إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ  
فَضْلِهِ) سے استدلال کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ: شادی مالدار کی کا ذریعہ اور سبب ہے،  
ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”لوگو! نکاح کے سلسلے میں اللہ کے حکم کی  
اطاعت کرو اللہ تعالیٰ نے تم سے جو مالدار کی کا وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا ”اگر لوگ فقیر ہوں گے اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل و کرم سے مالدار بنا دے گا“۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”لوگو! مالدار کی نکاح کے اندر تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ  
کا ارشاد ہے: (إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ) اسے ابن جریر رحمہ اللہ  
نے روایت کیا ہے نیز امام بغوی رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ذکر کیا ہے۔  
(تفسیر ابن کثیر: ج 5/ ص 94-95 طبع دار الاندلس)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 32/ ص 90) میں فرمایا ہے کہ ”اللہ  
تعالیٰ نے مومنوں کو نکاح کرنے اور طلاق دینے نیز اپنی مطلقہ عورت سے بھی شادی کرنے  
کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دوسرے کی زوجیت میں رہ چکی ہو جبکہ نصرانی لوگ نکاح اور  
شادی کو بعض کے لیے حرام کرتے ہیں اور جس کو نکاح کرنے کی اجازت دیتے ہیں اسے

طلاق دینے کی اجازت نہیں دیتے، اور یہودی طلاق کو حلال کرتے ہیں لیکن اگر مطلقہ عورت نے اپنے پہلے شوہر کے علاوہ سے شادی کر لیا تو ان کے یہاں وہ عورت اس پر (پہلے شوہر پر) حرام ہو جاتی ہے، نصرانیوں کے یہاں طلاق نہیں اور یہودیوں کے یہاں اگر مطلقہ عورت کسی غیر سے شادی کر لے تو پہلے شوہر سے دوبارہ شادی نہیں کر سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے دونوں حلال قرار دیا ہے۔“

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الہدی النبوی (ج 3/ ص 149) میں ہمبستری و مجامعت (جو شادی کا ایک اہم مقصد ہے) کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے ”در حقیقت جماع و ہمبستری تین بنیادی مقاصد کی وجہ سے کی جاتی ہے:

(۱) نسل کی حفاظت اور نوع انسانی میں تسلسل تاکہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کرنا مقدر کر دیا ہے اس عدد اور گنتی کی تکمیل ہو جائے۔

(۲) اس پانی (منی) کا نکالنا جس کا (اندرون بدن) ٹھہرنا اور اکٹھا ہونا پورے بدن کے لیے نقصان دہ ہے۔

(۳) ضرورت کی تکمیل، لذت کا حصول اور نعمت سے لطف اندوزی۔

چنانچہ شادی کرنے میں بہت عظیم فوائد ہیں جن میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ شادی زنا سے بچاؤ کا ذریعہ اور حرام چیزوں سے نگاہ کا محافظ ہے، شادی سے نسل پر وان پاتی ہے نیز نسب کی حفاظت ہوتی ہے، اسی سے میاں اور بیوی کو قلبی راحت اور اطمینان میسر ہوتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ شادی ہی کے ذریعہ میاں اور بیوی وہ صالح و نیک خاندان جنم دے سکتے ہیں جو اسلامی سماج کی ایک مضبوط اینٹ ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ شوہر عورت کی کفالت و پرورش اور اس کی حفاظت کا بار برداشت کرتا ہے، نیز عورت امور خانہ داری کی ذمہ داری نبھاتی ہے۔ جو کہ اس کا اصلی کام اور مشغلہ ہے، عورت کا قطعاً وہ کام نہیں ہے جس کا دعویٰ صنف نازک عورت اور انسانی سماج کے چکے دشمن کرتے ہیں کہ

عورت گھر کے باہری کاموں میں مرد کا شریک ہے۔ اسی طرح کے جھوٹے نعرے اور پروپگنڈے کر کے انھوں نے عورت کو گھر سے بے گھر کر دیا جس سے اُسے ذمہ داری سے سبکدوش کر کے اس کے ذمہ دوسروں کی ذمہ داری تھوپ دی اور اس کی اصلی ذمہ داریوں کو دوسروں کے حوالہ کر دیا بنا بریں نظامِ خاندان درہم برہم ہو گیا، میاں اور بیوی کے درمیان بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پھیل گئیں، یہی ساری چیزیں دونوں کے درمیان اکثر و بیشتر جدائی یا کلفت اور گھٹن کے ساتھ زندگی گزارنے کا سبب بن گئیں۔

ہمارے شیخ محمد امین شفقظلی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر أضواء البیان (ج 3 / ص 422) میں تحریر فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ہمیں اور تم کو اپنے پسندیدہ عملوں کی توفیق بخشے، تمام احکام اور میدانوں میں عورت کو مرد کے برابر قرار دینے کی ناپاک اور غلط سوچ و فکر وہ ذلیل و خسیس سوچ اور ذہنیت ہے جو کہ احساس، عقل سلیم، وحی ساوی اور اللہ کی شریعت کے خلاف ہے، اس میں انسانی سوسائٹی کے دستور و نظام میں خلل اور نقص پیدا کرنے والی وہ تمام برائیاں اور خرابیاں موجود ہیں جو کسی صاحبِ عقل و خرد سے پوشیدہ اور مخفی نہیں، اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو قوتِ بصیرت سے محروم کر دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ان خصوصی صفات اور خوبیوں سے نوازا ہے جو انسانی معاشرہ و سماج کی فلاح و بہبودی کی تعمیر و تشکیل میں مناسب اور درست ہیں جن کے لیے عورت کے علاوہ کوئی مناسب اور درست نہیں، جیسے حمل، زچگی، بچوں کو دودھ پلانا، ان کی تربیت، امورِ خانہ داری کی ذمہ داری، خدمت، گھریلو تمام معاملات کو نبھانا، جیسے کھانا پکانا، آٹا گوندھنا، گھر کی صاف صفائی وغیرہ یہ تمام کام کاج جسے عورت انسانی سماج کی خاطر اپنے اندرونِ خانہ پاکد امنی، حفظ و امان اور پردہ کے دائرے میں رہتے ہوئے نیز خاندانی عزت و آبرو اور مقام و مرتبہ کو بحال اور برقرار رکھتے ہوئے کرتی ہے جو مرد کی کمانے کی خدمت و ذمہ داری سے بالکل کم نہیں ہے، لہذا ان کافروں نیز ان کے ہم خیال بیوقوف جاہلوں اور نادانوں کا یہ

سوچ وگمان کرنا کہ عورت کو اپنے گھر کے باہری کاروبار کے سلسلے میں وہ حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو ہیں بالکل غلط ہے اور فطرتِ سلیم کے خلاف ہے، کیونکہ عورت حمل، دودھ پلانی اور اپنے نفاس کی مدت میں ایسے کام کرنے کی بالکل طاقت نہیں رکھتی ہے جس میں مشقت ہو۔ نیز یہ بات روز بروز کے مشاہدات میں بھی ہے، چنانچہ جب میاں اور بیوی گھر سے باہر چلے جائیں گے تو گھریلو سارے کام و کاج ضائع اور برباد ہو جائیں گے جیسے چھوٹے بچوں کی دیکھ ریکھ، مدتِ رضاعت کے بچوں کو دودھ پلانا، باہر سے شوہر کی واپسی پر اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں فراہم کرنا وغیرہ۔ اب عورت کی ذمہ داری نبھانے کی خاطر اس کی جگہ کسی مرد کو بطورِ مزدور رکھ لیا جائے تو وہ انسان اس گھر میں اُسی طرح بیکار رہے گا جس بیکاری سے بچنے کے لیے عورت گھر سے باہر ہوئی تو نتیجہ اپنی جگہ پر یہی برآمد ہوگا کہ عورت کا باہر نکلنا اور خلافِ وقار اس کا کاروبار کرنا دائرہ انسانیت سے نکلنا اور دین کو کھوکھلا اور ضائع کرنا ہے۔“

لہذا اے مسلمان بہنو! تم اللہ سے ڈرو اور اُن بامقصد پروپگنڈوں کے دامِ فریب میں نہ آؤ۔ نیز اُن عورتوں کی بربادی سے عبرت حاصل کرو جو اُن غلط پروپگنڈوں سے دھوکا کھا کر اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی کے دہانے پر پہنچا چکی ہیں، جن کی حالت زار ان کی بربادی اور راجح سے بھٹکنے پر گواہ ہے، اسی طرح تجربات بہترین دلیل اور ثبوت ہیں۔

اے اسلامی بہن! تو اگر نوجوان ہے اور شادی کی عمر پا چکی ہے تو شادی کرنے میں جلدی کر۔ تعلیمِ تعلم، نوکری و سروس کو بہانہ بنا کر شادی میں تاخیر نہ کر، کیونکہ عمدہ شادی نیک بختی اور تیرے لیے باعثِ فرحت و اطمینان ہے۔ شادی ہر تعلیم اور سروس کا اصول بدلہ عطا کرے گی، نیز تعلیم اور سروس چاہے جتنی عمدہ و بہتر ہی کیوں نہ ہو شادی کا بدل نہیں ہے۔ اپنی گھریلو ذمہ داریاں، اپنے بچوں کی تربیت، بہتر سے بہتر انداز سے کرنے کی کوشش کر۔ کیونکہ زندگی میں تیرے لیے نفع بخش، بنیادی اور اصلی کام یہی ہے، اس کا بدل نہ تلاش کر

اس لیے کہ کوئی چیز اس کا بدل نہیں بن سکتی، اگر دیندار، نیک مزاج، صالح آدمی سے شادی کرنے کا سنہرا موقع میسر ہو تو اسے ضائع نہ کر۔ کیونکہ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

إِذَا آتَاكُمْ مِنْ تَرْضُونَ دِينَهُ وَ خَلْقَهُ فَأَنْكِحُوا إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَ فِسَادٍ كَبِيرٍ (صحیح سنن ترمذی: 1084-1085)

[جب تمہارے پاس ایسا آدمی پیغامِ نکاح لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو تم اس کا نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہوگا]

عورت کی شادی کرنے میں اس کی رائے کا اعتبار:

وہ عورت جس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے وہ تین طرح کی ہوتی ہیں۔ یا تو کم سن کنواری یا بالغ کنواری یا شادی شدہ ثیبہ، بیوہ۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ خصوصی حکم ہے۔

(۱) اگر لڑکی کم عمر اور کنواری ہے، تو اس کا باپ بغیر اس کی اجازت کے اس کی شادی کر سکتا ہے کیونکہ اس سے اجازت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، اس سلسلے میں کسی کا کوئی اختلاف ہی نہیں ہے، کیونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسول پاک ﷺ سے اس وقت کی تھی جبکہ وہ چھ سال کی تھیں اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری: 4840-4841-4842-4843-4844-4845-4846-4847-4848-4849-4850-4851-4852-4853-4854-4855-4856-4857-4858-4859-4860-4861-4862-4863-4864-4865-4866-4867-4868-4869-4870-4871-4872-4873-4874-4875-4876-4877-4878-4879-4880-4881-4882-4883-4884-4885-4886-4887-4888-4889-4890-4891-4892-4893-4894-4895-4896-4897-4898-4899-4900-4901-4902-4903-4904-4905-4906-4907-4908-4909-4910-4911-4912-4913-4914-4915-4916-4917-4918-4919-4920-4921-4922-4923-4924-4925-4926-4927-4928-4929-4930-4931-4932-4933-4934-4935-4936-4937-4938-4939-4940-4941-4942-4943-4944-4945-4946-4947-4948-4949-4950-4951-4952-4953-4954-4955-4956-4957-4958-4959-4960-4961-4962-4963-4964-4965-4966-4967-4968-4969-4970-4971-4972-4973-4974-4975-4976-4977-4978-4979-4980-4981-4982-4983-4984-4985-4986-4987-4988-4989-4990-4991-4992-4993-4994-4995-4996-4997-4998-4999-5000)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار (ج 6/ 128-129) میں ذکر کیا ہے کہ ”اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ باپ بلوغت سے پہلے اپنی لڑکی کی شادی کر سکتا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے۔ نیز اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کم عمر لڑکی کی شادی بڑی عمر والے آدمی سے کرنا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کا باپ باندھ کر عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح (فتح الباری) میں اس بات پر لوگوں کا اجماع اور اتفاق ذکر کیا ہے“۔

معنی (ج 6/ ص 487) میں ہے کہ ”ابن منذر نے فرمایا ہے کہ جن علماء کو ہم جانتے ہیں اُن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ والد کا اپنی کم عمر لڑکی کی شادی کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کی شادی کفو سے کرے۔“

مؤلف حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: چھ سال کی عمر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی ﷺ سے کر دینے میں اُن لوگوں پر زبردست تردید ہے جو لوگ کم عمر لڑکی کی شادی بڑی عمر والے مرد سے کرنے کا انکار کرتے ہیں نیز اس کو بر تصور کر کے اسے منکر اور غلط عمل قرار دیتے ہیں، ایسا یا تو اپنی جہالت کی بنیاد پر کرتے ہیں یا وہ لوگ تنگ نظر ہیں۔

(۲) اگر لڑکی کنواری اور بالغ ہو تو بغیر اُس کی اجازت لیے اس کی شادی نہیں کی جائے گی اور اُس کی اجازت (پوچھنے یا جاننے پر) اس کی خاموشی ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے:

لا تفكح البكر حتى تستأذن قالوا: يا رسول الله فكيف إذنها قال:  
إذنها أن تسكت (صحیح بخاری: 4843۔ مسلم: 1419)

[کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت نہ لے لی جائے، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی اجازت کی کیا صورت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: وہ خاموش رہے]

لہذا علماء کرام کے دو قول میں سے صحیح قول کے مطابق اس کی اجازت ضروری ہے اگرچہ اس کی شادی اس کا والد ہی کر رہا ہو۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب الہدی النبوی (ج 5/ ص 96) میں رقمطراز ہیں ”یہی جمہور سلف، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ سے بھی ایک روایت میں ہے نیز یہی وہ قول ہے جسے ہم تسلیم کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اس میں کسی غیر کے قول کو نہیں مانتے نیز حکم رسول ﷺ اور آپ کے امر و نہی کے یہی موافق اور مطابق ہے۔“

(۳) ثیبہ (وہ عورت جس کی شادی پہلے ہو چکی ہو اور شوہر کے ساتھ رہ چکی ہو) کی شادی

بغیر اس کی اجازت کے نہیں کی جائے گی، کنواری کے برعکس اس کی اجازت صراحت کے ساتھ زبان سے ہوگی جبکہ کنواری کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

معنی (ج 6/ص 493) میں علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ”ثیبہ کے سلسلے میں علماء کا اختلاف بھی نہیں ہے کہ خبر کے لیے اس کی اجازت کلام سے ہوگی، کیونکہ زبان دل کی ترجمانی کرتی ہے اور جہاں اجازت معتبر ہوتی ہے اس میں زبان کا اعتبار ہے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 32/ص 39-40) میں تحریر فرمایا ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ بغیر عورت کی اجازت کے اس کی شادی کر دے اور اگر عورت ناپسند کرے تو سوائے کم عمر کنواری کے اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا البتہ کم عمر کنواری کی شادی اُس کا باپ کر سکتا ہے اس کی اجازت درکار نہیں ہے، البتہ بالغہ ثیبہ تو بغیر اس کی اجازت کے اس کی شادی کرنا جائز نہیں، نہ والد کے لیے اور نہ ہی والد کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لیے، اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے نیز اسی طرح متفقہ طور پر بالغہ کنواری کی شادی والد اور دادا کے علاوہ کوئی اور اُس کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا نیز والد اور دادا کو بھی اس کی اجازت لینا زیادہ مناسب ہے، اس کی اجازت لینے کے سلسلے میں علماء کے یہاں اختلاف ہے کہ اجازت لینا واجب ہے یا مستحب، صحیح بات یہ ہے کہ اجازت لینا واجب ہے۔ اسی طرح عورت کے ولی اور سرپرست پر یہ بھی واجب ہے کہ جس سے وہ اس کی شادی کر رہا ہے اس سلسلے میں اللہ کا تقویٰ اور خوف رکھے نیز شوہر کے بارے میں اچھی طرح غور و خوض اور تحقیق کر لے کہ وہ لڑکی کا کفو اور ہم پلہ ہے کہ نہیں، اس لیے کہ اپنی مصلحت کے لیے نہیں بلکہ لڑکی کی مصلحت کے پیش نظر اس کی شادی کر رہا ہے۔“

عورت کی شادی کرنے کے سلسلے میں ولی کی شرط:

عورت کو اپنے لیے مناسب شوہر اختیار کرنے کے سلسلے میں حق دینے کا یہ مطلب قطعاً نہیں

ہے کہ اسے شتر بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ جس سے چاہے شادی کر لے، اگرچہ اُس سے شادی کرنے میں اس کے خاندان اور قرابت داروں کے لیے باعث عار اور نقصان دہ ہو۔ بلکہ عورت ایسے ولی اور سرپرست سے مربوط اور اُس کے ماتحت ہے جو اس کے لیے اچھے رشتہ کے انتخاب کا ذمہ دار ہے۔ ولی اُس کی نشاندہی اور رہنمائی کرے گا نیز وہی اُس کے عقد نکاح کا ذمہ دار ہوگا۔ عورت بذاتِ خود اپنا عقد نکاح نہیں کر سکتی اور اگر اُس نے بذاتِ خود اپنا نکاح کر لیا تو اُس کا عقد باطل ہوگا کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ وَلِيهَا فَنِكَاحٌ بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ..... (صحیح سنن ترمذی: 11002)

[جس کسی عورت نے اپنی شادی بغیر اپنے ولی کی اجازت کے خود کر لی تو اس کا نکاح باطل ہے (تین بار آپ نے یہی فرمایا)

اور ایک دوسری حدیث ہے:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بَوَالِي (صحیح سنن ابن ماجہ: 1881۔ صحیح سنن ترمذی: 11001)

[بغیر ولی کے نکاح ہی نہیں ہے]

مذکورہ دونوں حدیثیں نیز اس طرح کی اور دوسری روایتیں اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتی ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ نفی میں اصلیت اُس چیز کے درست ہونے کی نفی ہے (یعنی اگر کہیں نفی (ممانعت) آئے تو اس کی اصلیت یہ ہے کہ جس کے بارے میں نفی آئی ہو وہ سرے سے صحیح ہی نہیں ہوگی)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”علماء کا اسی پر عمل ہے جن میں سے عمر، علی ابن عباس، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں اور اسی طرح تابعین فقہاء سے بھی مروی ہے کہ بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں ہے، نیز اسی بات کے قائل امام شافعی، احمد، اسحاق، رحمہم اللہ بھی

ہیں۔ (معنی: ج 6/ ص 449)

اعلانِ نکاح کی حنا طر عورتوں کا دَف بجانا:

اعلانِ نکاح کے لیے عورتوں کا دَف بجانا مستحب ہے، لیکن یہ صرف عورتوں کے درمیان ہی ہوگا، البتہ لہو و لعب، موسیقی نیز خوش کن آواز کے ساتھ نہیں، بجا یا جائے گا، ایسے ہی خوشی کے مواقع پر عورتیں اسلامی اشعار بھی پڑھ سکتی ہیں بشرطیکہ مرد نہ سن سکیں۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

فصل ما بین الحلال و الحرام الدف و الصوت فی النکاح  
(صحیح سنن ترمذی: 1088)

[حلال اور حرام نکاح کے درمیان فرق کرنے والی چیز دَف اور آواز ہے]

نبیل الاوطار (ج 6/ ص 200) میں ہے کہ ”اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ نکاح میں دَف بجانا اور باواز بلند کچھ پڑھنا جائز ہے، جیسے اَتینا کم اَتینا کم وغیرہ (جسے زمانہ رسول ﷺ میں پڑھا جاتا تھا) اُن گیتوں اور لوریوں کا پڑھنا بالکل جائز نہیں ہے جن میں شرانگیزی، حسن و جمال اور فسق و فجور کا بیان ہو یا بے حیائی وغیرہ ہو نیز شراب و کباب اور ناچ و گانے کی محفلیں بجانا بالکل ممنوع ہے اس لیے کہ یہ اعمال جس طرح اور اوقات میں حرام اور ناجائز ہیں محفلِ نکاح میں بھی حرام ہیں“۔

اے اسلامی بہنو! شادی کی مناسبت سے لباس اور زیورات خریدنے میں فضول خرچی اور اسراف سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسراف سے روکا ہے بلکہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (سورہ انعام: 141)

[اسراف نہ کرو اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا]

لہذا فخر و مباہات کو چھوڑ کر اعتدال پسند اور میانہ رو بنو۔

عورتوں کا شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور اس کی نافرمانی کو حرام سمجھنا:

اے اسلامی بہنو! تم پر معروف اور بھلے کاموں میں اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری اور واجب ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ** (صحیح الجامع: 660) [جب عورت پانچ وقت کی صلاۃ ادا کرے، رمضان کے صوم رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، اپنے شوہر کی اطاعت اور تابعداری کرے تو اُس سے کہا جائے گا تو جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا]

ابو ہریرہ ہی سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجَهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذِنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ** (صحیح بخاری: 4899- مسلم: 1026) [شوہر کی موجودگی میں بغیر اُس کی اجازت کے کسی عورت کا نفلی صوم رکھنا حلال نہیں اور بغیر اس کی اجازت کے کسی کو اُس کے گھر میں آنے کی اجازت نہ دے] ایک اور حدیث میں ہے:

**إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعْنَتُهُمَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّىٰ تَصْبِحَ** (صحیح بخاری: 4897- مسلم: 1437) [جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے جس سے اس پر شوہر ناراض ہو کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اُس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں]

اور صحیح بخاری و مسلم کی ایک دوسری حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَأْتِي عَلَيْهِ إِلَّا**

كان الذى فى السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها  
 [قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر  
 پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو اللہ اُس سے اُس وقت تک ناراض رہتا ہے جب  
 تک شوہر اُس سے راضی نہ ہو جائے]

شوہر کا بیوی پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اُس کے گھر کی دیکھ رکھ اور نگرانی کرے، بغیر اُس کی  
 اجازت کے گھر سے باہر نہ جائے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:  
 المرأة راعية فى بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها  
 (صحیح بخاری: 853۔ مسلم: 1829)

[عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا  
 جائے گا]

نیز شوہر کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ گھر کا کام کاج کرے اور شوہر کو ایسی نوکرانی لانے  
 پر مجبور نہ کرے جس سے وہ حرج اور تنگی نیز اپنے یا اولاد کے سلسلے میں خطرات محسوس  
 کرے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 32/ص 260) میں تحریر فرمایا ہے ”اللہ تعالیٰ کا  
 فرمان ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورہ نساء: 34)  
 [جو عورتیں نیک بخت ہیں اور شوہر کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الہی نگہداشت رکھنے  
 والیاں ہیں]

اس آیت کا منشا یہ ہے کہ عورت پر مطلق طور پر اپنے شوہر کی اطاعت ضروری اور واجب ہے  
 جیسے اس کی خدمت کرنا، اس کے ساتھ سفر کرنا، اس کو اپنے اوپر تکمیل شہوت کا اختیار دینا  
 وغیرہ وغیرہ اور اسی پر اللہ کے رسول کی سنت بھی دلالت کرتی ہے۔“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ الہدی النبوی (ج 5/ ص 188-189) میں فرماتے ہیں: ”جن لوگوں نے عورت پر شوہر کی خدمت کو واجب اور ضروری قرار دیا ہے انہوں نے اس بات سے دلیل لی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مخاطب فرمایا ہے ان کے نزدیک یہ معروف ہے۔ لیکن عورت کو عیش و عشرت میں رکھنا شوہر کا اس کی خدمت کرنا، شوہر کا جھاڑو لگانا، آٹا پینا، آٹا گوندھنا، کپڑے دھلنا، بستر بچھانا، گھر کا کام کاج کرنا منکر اور غیر پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورہ نساء: 34)

[اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے حق ہیں اچھائی کے ساتھ]  
مزید فرمایا:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (سورہ نساء: 34)

[مرد عورتوں پر حاکم ہے]

اور جب عورت شوہر کی خدمت نہ کرے بلکہ الٹا شوہر ہی عورت کا خدمت گزار ہو جائے تو عورت شوہر پر حاکم ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: یقینی طور پر اللہ نے عورت کا خرچ، کپڑا، مکان شوہر پر عورت سے لطف اندوزی، خدمت نیز ان چیزوں کے عوض واجب کیا ہے جو عام طور پر شوہر کی عادت ہے۔ نیز مطلق عقدوں کو عرف اور عام حالات پر محمول کیا جائے گا، اور عام طور پر عرف میں یہی ہے کہ عورت شوہر کی خدمت کرتے ہوئے گھر کے اندرونی کاموں کی ذمہ داری سنبھالے، مزید فرمایا: اور شرافت و ذلالت، فقر و فاقہ و مالداری کا لحاظ کر کے فرق کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے، دیکھیے یہ پورے جہاں کی عورتوں میں سب سے افضل اور برتر یعنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کی خدمت کرتی تھیں، رسول اکرم ﷺ کے پاس خدمت کی شکایت لے کر آئیں لیکن آپ ﷺ نے ان کی شکایت نہ سنی۔“ (یہاں تک ابن قیم رحمہ اللہ کی بات ختم

ہوگئی)

سوال:

اگر عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے اس بات کا احساس ہو کہ وہ اسے نہیں چاہتا ہے حالانکہ عورت اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے تو عورت اس معاملہ کو کس طرح حل کرے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (سورہ نساء: 128)

[اگر عورت کو اپنے شوہر کی بددماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو آپس میں صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں اور صلح ہی بہتر ہے]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”جب عورت اپنے شوہر سے اس بات کا خدشہ محسوس کرے کہ وہ اُس سے نفرت یا اعراض کرتا ہے تو عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے کچھ حقوق کے بارے میں تنازل اور سبکدوشی اختیار کر لے جیسے خرچ، کپڑا، رات گزارنا یا اس کے علاوہ وہ حقوق جو شوہر پر ہیں، اور شوہر کو چاہیے کہ وہ عورت کے اس تنازل کو قبول کر لے کیونکہ اگر عورت نے ایسا کر لیا اور شوہر نے قبول کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ

یعنی جدائی سے صلح بہتر ہے پھر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا قصہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ بڑی عمر کی ہو گئیں اور رسول اکرم ﷺ نے انھیں اپنے سے جدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو انھوں نے آپ ﷺ سے مصالحت کر لی کہ آپ انھیں اپنی

زوجیت میں رکھیں وہ اپنی باری عانتہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کرتی ہیں لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس فرمائش کو تسلیم کر کے ان کو اپنی زوجیت میں باقی رکھا“ (تفسیر ابن کثیر: ج 2 ص 406)

سوال:

اگر عورت شوہر کو ناپسند کرے اور اس کے ساتھ زندگی نہ گزارنا چاہے تو وہ کیا کرے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (سورہ بقرہ: 229)

[اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے دے، اس میں دونوں پر گناہ نہیں]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (ج 1/ ص 483) میں فرمایا ہے کہ ”جب میاں بیوی باہم اختلاف کر بیٹھیں، عورت شوہر کے حقوق کی ادائیگی نہ کرے اور اسے ناپسند کرے نیز اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی طاقت نہ رکھے تو عورت شوہر کی دی ہوئی چیزوں کے عوض کچھ بدلے میں دے ڈالے، اور شوہر کو دینے میں عورت کے لیے کوئی حرج نہیں ہے ساتھ ہی ساتھ عورت کی دی ہوئی چیز کو شوہر کے قبول کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے“ اور یہی خلع ہے۔

سوال:

اگر عورت بلا عذر شوہر سے جدائی کا مطالبہ کرے تو عورت پر کیا وعید ہے؟

جواب:

ثوبان رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

ایما امرأة سألت طلاقها من غير بأس فحرام عليها راحة الجنة  
(صحیح سنن ابوداؤد: 2226)

[جو بھی عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے اپنی طلاق کا مطالبہ کرے تو اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے]  
کیونکہ طلاق کوئی اچھی چیز نہیں ہے، اس کا استعمال صرف ضرورت کے وقت ہی کیا جائے  
گا۔ طلاق کے بعد پہنچنے والے کھلم کھلا نقصانات کے پیش نظر بلا ضرورت طلاق دینا  
ناپسندیدہ بات ہے۔ عورت کو طلاق کی فرمائش اُس وقت پڑتی ہے جب شوہر اپنے اوپر  
واجب عورت کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا ہے جس سے اُس کے ساتھ رہنے میں عورت کو  
نقصان پہنچ رہا ہوتا ہے۔ فرمانِ الہی ہے:

فَاِمْسَاكِ بِمَعْرِوْفٍ اَوْ تَسْرِحِيْ بِحَسَانٍ (سورہ بقرہ: 229)

[پھریا تو بھلائی کے ساتھ روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِلَّذِيْنَ يُّؤْتُوْنَ مِنْ نِّسَاءِهِمْ تَرْبُوْصًا اَوْ بَعَةَ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَاَءَ وَاِذَا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ  
رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوْا الطَّلٰقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورہ بقرہ: 226-227)

[جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھالیں اُن کے لیے چار مہینہ کی مدت  
ہے پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق ہی کا قصد کر لیں  
تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے]

عقدِ نکاح حتم ہونے پر عورت پر کیا واجب اور ضروری ہے

میاں اور بیوی کے درمیان جدائی دو طرح کی ہوتی ہے:

(۱) زندگی ہی میں جدائی

(۲) موت کے ذریعہ جدائی

عورت پر دونوں طرح کی جدائی پر عدت واجب ہوتی ہے، یعنی شرعی طور پر متعین مدت تک

انتظار کرنا پڑتا ہے، اس کے اندر حکمت یہ ہے کہ ایک تو وہ عورت نکاح ختم ہونے کے سبب محترم ہے، دوسری بات اس میں استبراء رحم کی تحقیق ہے (کہ عورت حاملہ تو نہیں ہے) تاکہ اس کا نیا شوہر اُس سے ہم بستری نہ کرے جس سے اشتباہ اور نسل کا ضائع کرنا لازم آئے اور اس میں پچھلے عقد نکاح اور جدا ہونے والے شوہر کے حقوق کا بھی احترام ہے، اسی طرح اس سے جدائی کے غم و الم کا اثر ظاہر کرنا مقصود ہے۔

## عدت کی چار قسمیں ہیں

پہلی قسم:

حاملہ عورت کی عدت: حاملہ عورت کی عدت مطلق طور پر (وضع حمل) حمل کا جن دینا ہے خواہ وہ زندگی ہی میں طلاق بائن یا رجعی کے ذریعہ جدا ہونے والی ہو یا بیوہ ہو، ارشادِ باری ہے:

وَأُولَاتِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورہ طلاق: 4)

[اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل (حمل جن دینا) ہے]

دوسری قسم:

وہ مطلقہ عورت جس کو حیض آتا ہو، اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَالْمُطَلَّقاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (سورہ بقرہ: 228)

[طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روک رکھیں]

تیسری قسم:

وہ مطلقہ عورت جس کو حیض ہی نہ آتا ہو۔

ایسی عورتوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ کم عمر چھوٹی بچی جسے حیض آنا نہ شروع ہوا ہو۔

(۲) وہ عمر رسیدہ عورت جس کا حیض آنا بالکل بند ہو گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَالَّتِي يَبْسُغْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةٌ  
أَشْهُرٌ وَالَّتِي لَمْ يَحِضْنَ (سورہ طلاق: 4)

[تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی  
عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو]  
چوتھی قسم:

بیوہ عورت: اس کی عدت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ  
أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (سورہ بقرہ: 234)

[تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے  
دس (دن) عدت میں رکھیں]

یہ حکم ہر اس شادی شدہ عورت کا ہے جس سے ہمبستری کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو چھوٹی ہو یا بڑی  
ہو۔ البتہ حاملہ عورت اس حکم میں شامل نہیں ہے، کیونکہ اللہ کے فرمان:

وَأُولَاتِ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورہ طلاق: 4)

[اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل (حمل جن دینا) ہے] سے وہ مستثنیٰ ہو جاتی ہیں، مزید  
تفصیل کے لیے الہدی النبوی (ج 5/ص 594-595) دیکھیں۔

**عدت گزارنے والی عورت پر کیا کیا حرام ہے**

عدت گزارنے والی عورت کو دوران عدت شادی کا پیغام دینے کا حکم:

(۱) رجعی عدت گزارنے والی عورت کو اشارہ کنایہ یا کھلم کھلا بصراحت شادی کا پیغام دینا حرام  
ہے، کیونکہ وہ بیویوں کے حکم میں ہے لہذا کسی کے لیے اس کو شادی کا پیغام دینا جائز نہیں ہے اس  
لیے کہ وہ ابھی اپنے شوہر کی عصمت میں ہے۔

(۲) غیر رجعی عدت گزارنے والی عورت کو صراحت کے ساتھ کھلے لفظوں میں پیغام نکاح دینا

حرام ہے البتہ اشارہ کنایہ میں حرام نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَزَّيْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ (سورہ بقرہ: 235)

[تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اشارہ و کنایہ ان عورتوں سے نکاح کی بات کہو]

صراحت سے مراد اُس عورت سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کرنا جیسے کوئی کہے، میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اس لیے کہ ہو سکتا ہے حقیقی طور پر اس کی عدت ختم ہونے سے پہلے اس کو وہ آدمی شادی پر ابھار رہا ہو کہ اپنی عدت ختم کرنے کے بعد وہ اُس کو خبر دے۔ بخلاف اشارہ و کنایہ کیونکہ اشارہ و کنایہ میں وہ اُس سے شادی کرنے کے سلسلے میں غیر صریح ہوتا ہے لہذا اُس پر کوئی پابندی و ممانعت مترتب نہیں ہوتی جیسا کہ آیت کا مفہوم ہے۔

اشارہ و کنایہ کی مثال یہ ہے کہ کوئی کہے کہ میں تم جیسی کو چاہتا ہوں، غیر رجعیہ عدت گزارنے والی کے لیے اشارہ و کنایہ میں جواب دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ صراحت کے ساتھ نہ ہو اور رجعیہ عدت گزارنے والی عورت کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے کو کسی بھی انداز میں جواب دے نہ ہی صراحت کے ساتھ اور نہ اشارہ و کنایہ میں۔

(۳) عدت گزارنے والی عورت کے لیے (دورانِ عدت) کسی سے بھی شادی کرنا حرام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ (سورہ بقرہ: 235)

[جب تک عدت ختم نہ ہو جائے عقد نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرو]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (ج 1/ ص 509) میں تحریر فرمایا ہے کہ ”جب تک عدت ختم نہ ہو جائے عقد نکاح نہ کرو اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ دورانِ عدت عقد صحیح نہ ہوگا“۔

☆ دو فوائد:

(۱) جس عورت کا طلاق ہمبستری سے پہلے ہو جائے اُس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا (سورہ احزاب: 49)

[اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے (ہی) طلاق دے دو تو اُن پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو]

ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (ج 5/ ص 479) میں ذکر کیا ہے کہ ”اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر ہبستری سے پہلے عورت کا طلاق ہو جائے تو اُس پر کوئی عدت نہیں فوراً جس سے چاہے وہ شادی کر سکتی ہے]

(۲) ہبستری سے پہلے جس عورت کا طلاق ہو جائے اور (نکاح کے وقت) اس کا مہر متعین کر دیا گیا تھا تو اس کو آدھا مہر ملے گا اور اگر مہر متعین نہیں ہے تو اس کے لیے فائدے کی کچھ چیزیں جیسے کپڑے وغیرہ جو کچھ میسر ہو سکے گا دیا جائے گا۔ اور جس کا طلاق ہبستری کے بعد ہو اس کو پورا مہر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرَهُ. وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

(سورہ بقرہ: 236-237)

[اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کیے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے ہاں انھیں کچھ نہ کچھ فائدے دے دو، خوشحال اپنے انداز سے اور تنگ دست اپنی طاقت کے حساب سے دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے۔ اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انھیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مہر کا آدھا مہر دے دو]

یعنی مہر متعین کرنے اور ہبستری سے پہلے عورتوں کو طلاق دینے میں شوہر پر کوئی حرج نہیں ہے

اگرچہ عورت کی دل شکنی ہے۔ لیکن طلاق کے بعد مطلقہ کو کچھ استفادہ کے لائق سامان ملنے کے بعد کسی قدر یہ زخم مندمل ہو جائے گا اور متعہ طلاق (طلاق کے بعد مطلقہ کو کچھ ایسا ساز و سامان دینا جس سے اس کی دلجوئی ہو سکے) شوہر کی مالی حالت کے اعتبار سے ہوگا جیسا کہ سماج میں رائج ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ جس عورت کا مہر مقرر ہو اس کو آدھا مہر دینے کا حکم ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: ”ایسی حالت میں آدھی مہر دینے پر علماء کا اتفاق ہے ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے“۔

(۳) بیوہ عورت پر دورانِ عدت پانچ چیزیں حرام ہیں جسے سوگ کہا جاتا ہے:  
 ۱۔ کسی بھی قسم کی خوشبو استعمال کرنا: لہذا وہ نہ اپنے کپڑے میں استعمال کرے گی اور نہ ہی بدن میں اسی طرح خوشبو دار سامان بھی نہیں استعمال کرے گی کیونکہ حدیث صحیح میں ہے:

----- (لا تمس طیباً) -----

[وہ خوشبو نہیں استعمال کرے گی]

۲۔ جسمانی زیب و زینت کرنا: لہذا ایسی عورت کے لیے مہندی لگانا اور زیب و زینت کا ہر سامان استعمال کرنا حرام ہے۔ جیسے سرمہ، میک اپ، بناؤسنگار کے سامان وغیرہ، البتہ خوبصورتی حاصل کرنے کے علاوہ اگر علاج و معالجہ کے لیے سرمہ لگانا ضروری ہو تو رات میں لگائے اور صبح صاف کر دے، اسی طرح سرمہ کے علاوہ اُن چیزوں سے جو سامانِ زینت میں سے نہیں ہے اپنی آنکھ کا علاج کر سکتی ہے۔

۳۔ زیب و زینت، ٹیپ و ٹاپ کے لیے بنائے گئے کپڑوں سے زینت حاصل کرنا: بلکہ ایسا لباس پہننے جس میں زینت نہ ہو اور نہ ہی کسی مخصوص رنگ کا ہو جیسا کہ کچھ بیوہ عورتیں پہنتی ہیں (یعنی مثلاً صرف سفید ہی کپڑا پہننے یہ مناسب نہیں ہے۔ مترجم)

۴۔ ہر طرح کے زیورات یہاں تک کہ انگوٹھی بھی۔

۵۔ اپنے اُس گھر کو چھوڑ کر جس میں شوہر کی وفات کے وقت وہ تھی کسی دوسرے گھر میں رات

گزارنا: بغیر عذر شرعی کے وہ دوسرے گھر میں نہیں رہ سکتی، اسی طرح مریض کی عیادت، سہیلی یا قریب رشتہ داروں کی زیارت یا ملاقات کے لیے نہیں نکل سکتی البتہ دن میں اپنی ذاتی ضروریات کے لیے وہ باہر نکل سکتی ہے۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ دیگر حلال چیزوں سے اسے نہیں روکا جائے گا۔  
امام ابن قیم رحمہ اللہ نے الہدی النبوی (ج 5 / ص 507) میں ذکر کیا ہے کہ ”ناخن کاٹنے، بغل کے بال صاف کرنے، جن بالوں کو صاف کرنا مستحب ہو ان کو صاف کرنے، بیر کی پتی سے غسل کرنے، کنگھی کرنے سے بیوہ کو منع نہیں کیا جائے گا۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 34 / ص 27-28) میں تحریر فرمایا ہے کہ ”بیوہ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہر حلال کی ہوئی چیز کھا سکتی ہے جیسے پھل فروٹ، گوشت وغیرہ، اسی طرح جن چیزوں کا پینا جائز ہے وہ پی سکتی ہے، مزید فرمایا: حلال کاموں میں سے کوئی بھی کام کرنا اُس کے لیے حرام نہیں ہے جیسے سلائی کڑھائی، رسی بننا وغیرہ جسے عورتیں کرتی ہیں، اور غیر عدت میں جو جو اس کے لیے جائز تھا وہ سب دورانِ عدت بھی جائز ہے جیسے پردہ کے ساتھ حسب ضرورت مردوں سے بات چیت کرنا وغیرہ۔ میں نے جو کچھ ذکر کیا ہے یہی سنت رسول ﷺ ہے جسے صحابہ کرام کی بیوہ عورتیں اُن کے وفات پانے پر کرتی تھیں۔“

اور عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ وہ چاند سے اپنے چہرہ کو چھپائے رکھے، گھر کی چھت پر نہ چڑھے، آدمیوں سے بالکل بات چیت نہ کرے، اپنے محرموں سے اپنے چہرہ کو چھپائے رکھے وغیرہ وغیرہ، ان تمام باتوں کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

## دسویں فصل

# عورت کی عصمت و عفت اور

## شرافت کی حفاظت

### کرنے والے چند احکام

(۱) مرد کی طرح عورت کو بھی شرمگاہ کی حفاظت اور نگاہیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا أْفُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (سورہ نور: 30-31)

[مسلمان مردوں سے کہو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور (اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں) اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں]

شیخ محترم محمد امین شنیطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر اضواء البیان میں لکھا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے، شرمگاہ کی حفاظت میں یہ بھی داخل ہے کہ زنا، لواطت، اغلام بازی اور مساحقہ (دو لڑکیوں

کے درمیان غلیظ غلط تعلق) سے محفوظ رکھا جائے نیز شرمگاہ کو لوگوں کے لیے یا لوگوں کے سامنے نہ کھولا جائے اور نہ ظاہر کیا جائے۔ مزید فرمایا: مردوزن میں سے جو بھی آیت کریمہ میں مذکور احکام الہی کی بجا آوری کرے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بہت بڑے بدلے کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ اُن اعمال کے بھی پابند ہوں جو سورہ احزاب (آیت نمبر 35) میں ذکر کیے گئے ہیں [بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، صوم رکھنے والے مرد اور صوم رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی عورتیں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور کرنے والیاں ان (سب) کے لیے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے]

مباحثہ کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا عورت کے ساتھ باہمی ملاپ کے ذریعہ غیر فطری طریقے سے منی نکالنا۔ یہ بہت بڑا جرم ہے ایسا کرنے والیاں سخت ترین سزا کا مستحق ہیں۔

معنی (ج 8/ص 198) میں ہے ”اگر دو عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے جسم کو گرٹیں تو وہ دونوں زنا کار، قابل لعنت ہیں کیونکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

إِذَا اتَتِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَهَمَا زَانِيَتَانِ (ضعيف الجامع: 282)

[جب عورت عورت کے ساتھ ہم بستری کرے تو دونوں زنا کار ہیں]

ایسی دونوں عورتوں کو سخت سزا دی جائے گی کیونکہ یہ زنا ہے جس میں حد متعین نہیں ہے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 15/ص 321) میں لکھا ہے کہ ”مباحثہ کرنے والی عورت زانیہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

زنا النساء سحاقھن

[عورتوں کی زنا باہم ایک دوسرے سے شرمگاہ کو رگڑنا ہے]  
 لہذا مسلمان عورتوں اور خاص کر دو شیزاؤں اور نوجوان لڑکیوں کو اس غلیظ و فحش اور غلط عمل سے بچنا چاہیے۔ نگاہ نیچی رکھنے کے سلسلے میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے الجواب الکافی (ص 129-130) میں لکھا ہے کہ ”آنکھ کی کٹکیوں سے ادھر ادھر دیکھنا ہی خواہشات کا سرغنہ، قاصد اور خبر رساں ہے لہذا اُس کی حفاظت ہی اصل میں شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ چنانچہ جس نے اپنی نگاہ کو آزاد چھوڑ دیا اُس نے اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی کے حوالہ کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

.....يا على لا تتبع النظرة النظرة فإنما لك الأولى  
 (صحیح سنن ابوداؤد: 2149)

[اے علی (رضی اللہ عنہ) نظر کو نظر کے پیچھے نہ لگاؤ (کٹکی باندھنا مراد ہے) تمہارے لیے صرف پہلی نظر ہے]  
 اس کا مطلب وہ نظر ہے جو اچانک بغیر قصد و ارادہ پڑ جائے۔ اور مسند میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

النظر سهو مسموم من سهام ابليس

[نگاہ زہر آلود جھلسا دینے والی ابلیس کی تیروں میں سے ایک تیر ہے]

مزید ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: نگاہ ہی اکثر و بیشتر خطرات و حوادث کی جڑ ہے جس سے انسان دوچار ہوتا ہے، کیونکہ نظر دل میں کھٹک پیدا کرتی ہے، پھر وہ کھٹک سوچ پیدا کرتی ہے پھر وہ سوچ شہوت پیدا کرتی ہے اور شہوت عزم و ارادہ پیدا کرتی ہے پھر یہی ارادہ چٹنگی میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کے باعث اگر وہاں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فعل فحش و جود میں آجاتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نگاہ پست رکھنے پر صبر کرنا بعد میں پیش آنے والی اُس تکلیف پر صبر کرنے سے بہت آسان ہے جو نہ صبر کرنے کی وجہ سے پہنچتی ہے۔“

لہذا اے اسلامی بہنو! تم پر مردوں کی طرح اپنی نگاہ پست رکھنا واجب ہے، اسی طرح ان فتنہ پرور تصویروں کے دیکھنے سے مکمل اجتناب کرو جو بعض پرچوں یا ویڈیو اور ٹیلی ویژنوں کے اسکرین پر آتی ہیں، اس پر عمل کرنے سے تم بڑے انجام سے محفوظ رہو گی، کیونکہ کتنی ایسی نگاہیں ہیں جو دلوں میں حسرتیں پیدا کرتی ہیں چنانچہ آگ ایک چھوٹی چنگاری سے لگتی ہے۔

(۲) شرمگاہ کی حفاظت کرنے کے وسائل اور اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ موسیقی، بانسری اور گانے وغیرہ سننے سے دور رہا جائے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اغاثۃ اللہفان (ج 1 ص/242-265) میں ذکر کیا ہے ”شیطان کی وہ چالیں جن سے نادان و کم علم، معمولی دینی مزاج رکھنے والوں اور جاہلوں کو اپنے مکرو فریب میں لاکر ان کے دلوں کا شکار کرتا ہے وہ ناچ گانے اور موسیقی کو سننا نیز لہو لعب کی محفلوں میں شرکت کرنا ہے۔ جو کہ قرآن اور رحمن سے دل کو روک کر انسانوں کے دلوں کو فسق و فجور اور معصیت کا خوگر اور گرویدہ بنا دیتا ہے، چنانچہ ناچ گانے اور موسیقی قرآن اور رحمن سے دور رکھنے والا شیطان کا ایک دبیز پردہ ہے، زنا کاری و بدکاری اور اغلام بازی کے لیے منتر ہے، فاسق و فاجر عاشق اسی کے ذریعہ اپنے معشوق کے سلسلے میں مقصد بر آری کرتا ہے، علامہ نے مزید فرمایا: عورتوں اور بے ریش لڑکوں سے گانے وغیرہ سننا عظیم ترین محرمات اور دین میں سب سے بڑے فتنہ و فساد برپا کرنے والے اسباب میں سے ہے، لکھتے ہیں: یقینی طور پر ہر غیرت مند شریف انسان اپنے اہل و عیال کو گانے وغیرہ سننے سے ویسے ہی بچاتا ہے جیسا کہ وہ انھیں شک کے ذرائع سے بچاتا ہے، یہ بات لوگوں کو معلوم ہے کہ جب عورت مرد کے لیے کوئی سخت موقف اختیار کرتی ہے تو وہ اُسے گانے کی آواز سننے کی کوشش کرتا ہے جس سے وہ نرم ہو جاتی ہے اور ایسا اس وجہ سے کیونکہ عورت خوش کن مست آواز پر بہت جلد فریفتہ ہوتی ہے، لہذا جب گانے کی آواز اُس کے کانوں سے ٹکراتی ہے تو فوری طور پر عورت دو چیزوں سے متاثر ہوتی ہے، ایک آواز دوسری گانے کا معنی اور مفہوم۔ علامہ مزید لکھتے ہوئے کہتے ہیں: کہ جب

دف، طبلہ، جوانی، ہجڑوں کا ناچ و ڈانس اکٹھا ہو جائیں تو اگر عورت گانے سے حاملہ ہو سکتی تو اس طرح کے گانے سے حاملہ ہو جاتی، اللہ کی قسم کتنی پاکدامن شریف عورتیں گانے کی وجہ سے طوائف اور جسم فروش ہو گئیں۔“

(لہذا اے مسلمان عورت! اللہ کا خوف کر اور اس طرح کی خطرناک مہلک اخلاقی بیماری سے بچ اور یہ بات یاد رکھ کہ اخلاقی بیماری و گراؤٹ میں سے گانوں کا سننا بھی ہے جو مختلف وسائل اور ذرائع سے مسلمانوں کے درمیان پھیلا یا جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر جاہل دوشیزائیں اور نوجوان لڑکیاں ریڈیو اسٹیشن وغیرہ سے فرمائش کرنے لگی ہیں نیز گانے کے مراکز سے آپس میں اتنا گہرا ربط رکھنے لگی ہیں کہ ایک دوسرے کو ہدیہ و تحفہ سے نوازتی ہیں۔

۳۔ شرمگاہ کی حفاظت کے اسباب میں سے عورت کو اُس کے محرم کے علاوہ غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے سے باز رکھنا بھی ہے جو آوارہ لوگوں کے حرص و طمع سے اس کی عصمت و عفت کی حفاظت کر سکے کیونکہ بغیر محرم عورتوں کے سفر کی ممانعت کے بارے میں بہت ساری حدیثیں وارد ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسافر المرأة ثلاثة أيام الا ومعها ذو محرم (متفق علیہ)

[عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے]

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر شوہر یا بنا محرم کے دو دن یا دو راتوں کی مسافت کے سفر کرنے سے عورت کو منع فرمایا ہے] [صحیح بخاری و مسلم]

حدیثوں میں مذکور تین دن، دو دن، یا ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا مطلب اُن وسائل اور ذرائع سے سفر کرنا مراد ہے جو اُس زمانہ میں معروف اور مشہور تھے جیسے پیدل اور اونٹوں وغیرہ سے۔ اسی طرح حدیثوں میں تین دن یا دو دن یا ایک دن اور رات یا اس سے کم مدت میں جو اختلاف ہے اس کا علماء کرام نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد

حدیث کا ظاہری ”یعنی مذکورہ مدت ہی“ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ سفر ہے جس کو سفر کا نام دیا جاسکتا ہے چنانچہ عورت کو بغیر محرم کے ہر سفر سے بالکل منع کیا گیا ہے۔  
 امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح (ج 9/ص 103) میں ذکر کیا ہے کہ ”خلاصہ کلام یہ کہ جس کو بھی سفر کا نام دیا جاتا ہے عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے اس سفر سے منع کیا گیا ہے چاہے تین دن کی مسافت کا سفر ہو یا دو دن یا ایک دن یا 12 میل یا اس سے کم ہو کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو صحیح مسلم کی گزشتہ روایتوں میں سے سب سے آخری روایت ہے مطلق ہے:

لا تسافر امرأة الا مع ذی محرم  
 [بغیر محرم کے عورت سفر نہ کرے]

یہ حدیث اُن تمام سفر کو شامل ہے جس کو سفر کہا جاتا ہے اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔“  
 رہا کچھ لوگوں کا یہ فتویٰ دینا کہ ”اس حج کے لیے جو اس پر واجب ہے عورتوں کے قافلہ کے ساتھ جاسکتی ہے“ تو یہ فتویٰ سنت کے خلاف ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے معالم السنن (ج 2/ص 276) (جو تہذیب ابن القیم کے ساتھ ہے) میں ذکر کیا ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر محرم عورت کو سفر کرنے سے منع فرمایا ہے لہذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرط کی عدم موجودگی کے باوجود عورت کے سفر حج پر روانگی کو جائز قرار دینا سنت کے خلاف ہے، نیز جب عورت کا بغیر محرم نکلنا معصیت اور نافرمانی ہے تو اُس پر حج لازم کرنا جائز نہیں اور یہ ایسے حکم کی بجا آوری ہے جو معصیت تک پہنچاتی ہے۔“

مؤلف حفظہ اللہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے مطلق طور پر عورت کے لیے بغیر محرم سفر کرنے کو جائز نہیں کہا ہے بلکہ ان لوگوں نے بھی صرف اُس حج کے لیے سفر کرنے کی اجازت دی ہے جو اس پر واجب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ مجموع (ج 8/ص 249) میں فرماتے ہیں: ”نفل حج اور تجارت یا زیارت جیسے کاموں کے لیے بغیر محرم سفر جائز نہیں

ہے۔“

چنانچہ عصر حاضر میں عورتوں کا بغیر محرم ہر قسم کا سفر کرنے کے سلسلے میں نرم پہلو اختیار کرنے والوں کی موافقت کسی قابل اعتماد عالم نے نہیں کی ہے۔

اور لوگوں کو یہ کہنا کہ محرم آدمی عورت کو جہاز میں سوار کر دے پھر جس شہر یا ملک وہ جانا چاہتی ہے جہاز کے پہنچنے وقت عورت کا دوسرا محرم اسے لے لے کیونکہ جہاز میں مردوں اور عورتوں کی زیادہ تعداد کے باعث ان کے گمان کے مطابق جہاز مامون ہے۔ تو ایسے لوگوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ بالکل نہیں جہاز دوسری چیزوں کے بہ نسبت زیادہ پرخطر ہے، کیونکہ سواروں کا اس میں میل جول اور اختلاط ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات عورت مرد کے بغل بیٹھتی ہے نیز کبھی کبھار فلائٹ میں ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ اسے دوسرے ایئر پورٹ پر اتارنا پڑتا ہے جہاں عورت کا کوئی استقبال کرنے والا نہیں ہوتا ہے جس کے باعث وہ خطرات سے دوچار ہوتی ہے ایسی صورت میں عورت کا اُس شہر میں کیا حال ہوگا جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی ہے اور نہ ہی اس میں اس کا کوئی محرم ہے۔

۴۔ شرمگاہ کی حفاظت کرنے کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ عورت کو بلا محرم مرد کے ساتھ تنہائی اور خلوت سے باز رکھا جائے، فرمان رسول ﷺ ہے:

من كان يومن بالله و اليوم الآخر فلا يخلون بامرأة ليس معها ذو محرم  
منها فإن ثالثهما الشيطان

[جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ہو جو بلا محرم کے ہے کیونکہ ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے]

عامة بن ربيعة رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

لا يخلون رجل بامرأة إلا تحل له فإن ثالثهما الشيطان الا محرم  
[کوئی مرد کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی میں بالکل نہ ہو جو اس کے لیے حلال نہیں ہے کیونکہ ان

دونوں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے]

ان دونوں حدیثوں کو امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور ان کا مفہوم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں گزر چکا ہے جو کہ متفق علیہ ہے۔

امام شوکانی نے نیل الاوطار (ج 6/ ص 120) میں تحریر کیا ہے کہ ”کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے کی حرمت پر اتفاق ہے جیسا کہ اس کا ذکر ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کیا ہے۔ اور حرام ہونے کی وجہ وہی ہے جو حدیث میں ہے کہ ”ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے جو انہیں معصیت میں ڈال سکتا ہے اور اگر اجنبیہ کے ساتھ محرم ہو تو تنہائی میں ہونا جائز ہے کیونکہ محرم کی موجودگی میں معصیت میں پڑنا ناممکن ہے“۔

کچھ عورتیں اور ان کے سر پرست اکثر و بیشتر تنہائی کے مواقع فراہم کرنے میں بہت لاپرواہی برتتے ہیں جن کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عورت کا اپنے قریبی رشتہ دار کے ساتھ تنہائی و خلوت اور اس کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا۔ یہ خلوت بہ نسبت دوسرے کے ساتھ زیادہ خطرناک ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إياكم و الدخول على النساء فقال رجل من الأنصار يا رسول الله أفرايت المحبو؟ قال المحبو الموت (مسند احمد، صحیح بخاری: 4934)

[تم لوگ عورتوں کے پاس آنے سے بچو۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! خاوند کی جانب سے عورت کے قریبی رشتہ دار کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا: (شوہر کی جانب سے عورت کا قریبی رشتہ دار) موت ہے]

امام ترمذی نے ”حمو“ کے معنی کے سلسلے میں کہا ہے کہ اس کا معنی شوہر کا بھائی ہے گویا آپ نے ان کے ساتھ تنہائی میں ہونے کو ناپسند کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (ج 9/ ص 331) میں کہا ہے کہ ”امام نووی نے کہا ہے کہ تمام علماء لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اجماع کا مطلب شوہر کے قریبی رشتہ دار ہیں جیسے

باپ، چچا، بھتیجا، چچا زاد بھائی وغیرہ۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے مراد شوہر کے لڑکوں اور باپ دادا کے علاوہ لوگ ہیں۔ کیونکہ باپ دادا اور شوہر کے لڑکے بیوی کے لیے محرم ہیں، وہ لوگ اس کے ساتھ تنہائی و خلوت میں ہو سکتے ہیں ان کو موت سے متصف نہیں کیا جائے گا۔ مزید کہا ہے کہ: عام طور پر اتنی لاپرواہی اور نرمی برتی جا رہی ہے کہ بھائی اپنے بھائی کی بیوی (بھابھی) کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے جبکہ اس کو رسول ﷺ نے موت کے مشابہ قرار دیا ہے حالانکہ سب سے پہلے اسے منع کرنا چاہیے۔“

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار (ج 6/ص 122) میں کہا ہے کہ رسول ﷺ کا فرمان ”الحمو الموت“ [شوہر کے قریبی رشتہ دار موت ہیں] یعنی دوسروں کے بہ نسبت ان سے زیادہ خوف اور اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ دوسری چیزوں کے بہ نسبت موت سے زیادہ خوف اور ڈر ہوتا ہے۔“

لہذا اے مسلمان عورت! اللہ سے ڈرا اگرچہ لوگ اس معاملہ میں سستی و نرمی برتتے ہیں لیکن تو نرمی نہ کر کیونکہ شرعی حکم کا اعتبار ہوتا ہے لوگوں کی عادات و اطوار کا نہیں۔

(۲) بعض عورتیں اور ان کے سرپرست اس معاملہ میں کافی لاپرواہی برتتے ہیں کہ عورت تنہا غیر محرم ڈرائیور کے ساتھ سواری میں سوار ہوتی ہے اور جہاں چاہتی ہے جاتی ہے جبکہ یہ ایسی خلوت و تنہائی ہے جو حرام ہے۔ سعودیہ عربیہ کے مفتی شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے مجموع فتاویٰ (ج 10/ص 52) میں ذکر کیا ہے کہ ”اب بلاشبہ اجنبیہ عورت کا تنہا بلا محرم ڈرائیور اور گاڑی والوں کے ساتھ سوار ہونا ایک کھلا منکر اور ناپسندیدہ عمل ہے اور اس میں وہ خرابیاں ہیں جس کے سلسلے میں لاپرواہی یا نرمی برتنا قطعاً مناسب نہیں چاہے عورت شریف زادی اور عزت و وقار والی ہو یا وہ پاکدامن مردوں سے باتیں کرتی ہو نیز ان کے سامنے آتی ہو۔ چنانچہ ہر وہ آدمی جو اپنے اہل و عیال کے لیے اس کو گوارہ کرے وہ یقیناً کمزور دین اور ایمان والا اور ادھورا مرد، اپنے اہل و عیال کے سلسلے میں بے غیرت ہے، فرمان رسول ﷺ ہے: [کہ جب کبھی

کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو شیطان ان کا تیسرا ہوتا ہے [نیز عورت کا تنہا گاڑی وغیرہ میں سوار ہونا گھر وغیرہ کی تنہائی سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ گاڑی والا شہر میں یا اس سے باہر جہاں چاہے اسے لے جاسکتا ہے چاہے عورت کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ اور فقط خلوت سے کہیں زیادہ اس میں خرابیاں ہیں۔“

جس شخص کی موجودگی سے خلوت (تنہائی) ختم ہوگی اس کا بالغ، عقلمند دین کا مکلف ہونا ضروری ہے بچے اور نادان کی موجودگی کافی نہیں ہے، چنانچہ کچھ عورتوں کا یہ سوچنا کہ جب وہ اپنے ساتھ بچے کو لے لے گی تو خلوت (تنہائی) ختم ہو جائے گی یہ سوچ بالکل غلط ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”جب اجنبی مرد اجنبی عورت کے ساتھ بغیر کسی تیسرے کے تنہائی و خلوت میں ہو تو اس کے حرام ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اسی طرح جب اس کے ساتھ ایسا چھوٹا بچہ ہو جس سے شرم نہیں کی جاتی تو اس کے وجود سے بھی وہ خلوت ختم نہیں ہوگی جو حرام ہے۔“

(۳) کچھ عورتیں نیز ان کے سر پرست حضرات ڈاکٹر کے پاس آنے جانے میں نرمی اور تساہل برتتے ہیں اور یہ بے بنیاد بات بناتے ہیں کہ عورت کو علاج و معالجہ کی ضرورت ہے حالانکہ یہ ایسا انتہائی ناپسندیدہ اور منکر عمل ہے جس میں بہت سارے خطرات ہیں، اور اس پر خاموشی نیز اقرار جائز نہیں۔ شیخ محمد بن ابرہیم رحمہ اللہ نے مجموع الفتاویٰ (ج 10/ ص 13) میں فرمایا ہے: ”بہر کیف شرعی طور پر اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا حرام ہے اگرچہ علاج و معالجہ کرنے والے ڈاکٹر کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ فرمان رسول ﷺ:

ما خلا رجل یا مراً إلا کان الشیطان ثالثہما

[جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو شیطان ان دونوں کا تیسرا ہوتا ہے] لہذا عورت کے ساتھ کسی کارہنا ضروری ہے چاہے اس کا شوہر رہے یا اس کے محرم مردوں میں سے کوئی ایک۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو عورت کے قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی رہے، اسی طرح اگر مذکورہ لوگوں میں سے کوئی نہ ہو اور بیماری اس طرح خطرناک ہو کہ تاخیر کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم

لیڈیز نرس وغیرہ موجود ہوں جن کی وجہ سے خلوت باقی نہ رہ جائے جس سے منع کیا گیا ہے۔“  
 اسی طرح اجنبی عورت کے ساتھ ڈاکٹر کا بھی خلوت میں رہنا جائز نہیں ہے چاہے وہ عورت ڈاکٹر  
 ہو یا اس کا دوست یا نرس ہو۔ اسی طرح ناپینا مدرس یا اس کے علاوہ کسی ناپینا کے ساتھ کسی عورت  
 یا طالبہ کا رہنا جائز نہیں اور نہ ہی ایئر ہوٹل کا اجنبی مرد کے ساتھ خلوت میں رہنا درست ہے جبکہ  
 مذکورہ امور میں لوگ خسیس ثقافت، کافروں کی اندھی تقلید برتنے لگے ہیں فلا حول ولا قوۃ الا  
 باللہ۔

اسی طرح گھر میں کام کاج کرنے والی نوکرانی کے ساتھ آدمی کا تنہا رہنا اور نوکرانی کا گھر کے  
 مالک کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں، نوکرانیوں اور نوکروں کا مسئلہ ایسا خطرناک اور مشکل  
 مسئلہ ہے جس میں عورتوں کی تعلیم و تعلم اور گھر سے باہر کاموں میں مشغولیت کے باعث عصر  
 حاضر کے اکثر و بیشتر لوگ مبتلا ہیں حالانکہ مومن مردوں اور عورتوں پر واجب اور ضروری ہے کہ  
 اس سے مکمل آگاہ رہیں، غلط اور بری عادات و اطوار کے قریب نہ جائیں۔  
 ”اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی صاف ستھری شریعت کا پابند بنائے۔ نیز ہر غلط اور فتنہ طور طریقے سے  
 محفوظ رکھے۔ آمین“

# حائضہ

غیر محرم مرد سے عورت کا مصافحہ کرنا حرام ہے۔ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ صدر افتاء اور دعوت و ارشاد کمیٹی نے مجموع فتاویٰ طبع مؤسسۃ الدعویۃ الاسلامیہ الصحفیہ (ج 1 /ص 185) میں فرماتے ہیں کہ ”مطلق طور پر غیر محرموں کا عورتوں سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے چاہے وہ نوجوان ہوں یا بوڑھیاں چاہے مصافحہ کرنے والا مرد بوڑھا ہو یا نوجوان، کیونکہ اس میں دونوں میں سے ہر ایک کے لیے فتنہ کا اندیشہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَا أَصَافِحُ النِّسَاءَ [میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا]  
 نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے:

مَا مَسَّتْ يَدُ امْرَأَةٍ قَطُّ مَا كَانَ يَبِيعُهُنَّ إِلَّا بِالْكَلامِ  
 (صحیح بخاری: 4609۔ مسلم: 1866)

[رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کبھی بھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہ چھوا آپ عورتوں سے بات چیت کے ذریعہ بیعت کرتے تھے]

پردہ کے ذریعہ مصافحہ کرنے یا بغیر پردہ کے مصافحہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اس سلسلے میں ساری دلیلیں عام ہیں نیز اس میں فتنہ کے دروازوں تک جانے والے سارے اسباب و ذرائع کا روک ہے، شیخ محمد امین شنفیٹی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر أضواء البیان (ج 6/ص 602-603) میں ذکر کیا ہے کہ ”یہ بات جان لو کہ اجنبی مرد کا کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اجنبی مرد اپنے جسم کے کسی بھی حصہ سے اجنبی عورت کے بدن کے کسی بھی حصہ کو ہاتھ لگائے یا چھوئے، اس بات کی دلیل چند مندرجہ ذیل امور ہیں:

پہلی وجہ:

نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:  
إِنِّي لَا أَصَافِحُ النِّسَاءَ (صحیح سنن ابن ماجہ: 2874)  
[میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورہ احزاب: 21)

[تم سب کے لیے رسول ﷺ میں بہترین اسوہ اور نمونہ موجود ہے]

لہذا نبی کی اقتدا اور پیروی کرتے ہوئے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اجنبی عورتوں سے مصافحہ نہ کریں۔

اسی طرح نبی ﷺ کا بیعت کے وقت عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اجنبی مرد اجنبی عورت سے مصافحہ نہیں کرے گا اور نہ ہی اپنے بدن کے کسی بھی حصہ سے عورت کے بدن کے کسی بھی حصہ کو چھوئے گا۔ کیونکہ چھونے کے قسموں میں سب سے ہلکا چھونا مصافحہ ہے تو جب رسول ﷺ ایسے وقت میں بھی اس سے باز رہے جس کا تقاضا مصافحہ ہے یعنی بیعت کے موقع پر، تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے نیز رسول ﷺ کی مخالفت کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اپنی باتوں، اپنے عملوں اور اپنی تصدیقات و تقریرات کے ذریعہ اپنی امت کے لیے شریعت سازی کی حیثیت رکھتے تھے۔

دوسری وجہ:

ہم یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ عورت پورا کا پورا قابلِ پردہ اور چھپانے کی چیز ہے اس پر ہر طرح کی پردہ پوشی کرنا ضروری ہے نیز فتنوں میں پڑ جانے کے اندیشہ سے نگاہوں کو نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور بلاشبہ یقینی طور پر عورت کا بدن سے چھو جانا خواہشات کے

ابھارنے کا سب سے مضبوط سبب ہے ساتھ ہی ساتھ آنکھ سے دیکھنے سے جو فتنہ ہو سکتا ہے اس سے کہیں زیادہ فتنہ تک لے جانے کا ٹھوس ذریعہ ہے۔ اور ہر انصاف و اس بات کی سچائی اچھی طرح جانتا ہے۔

تیسری وجہ:

اجنبی عورت سے لطف اندوزی کا یہ ایک ذریعہ ہے خاص کر عصر حاضر میں جبکہ اللہ کا خوف اور تقویٰ ماند پڑ گیا، امانت و دیانتداری ضائع ہو چکی اور شک و شبہ کی جگہوں میں لوگوں کا زہد و تقویٰ اٹھ گیا ہے۔ درحقیقت ہمیں کئی باریہ بتایا گیا ہے کہ عوام میں بہت سے شوہر منہ پر منہ رکھ کر اپنی سالی کا بوسہ لیتے ہیں نیز متفقہ طور پر اس حرام بوسہ کو سلام کا نام دیتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں ”اس سے سلام کیا“ مراد لیتے ہیں کہ اس کا بوسہ لیا، بلاشک و شبہ ہر طرح کے فتنوں، شک و شبہ کی جگہوں اور ان کے اسباب و ذرائع سے دور رہنا واجب اور ضروری ہے، اور کسی آدمی کا اجنبی عورت کے بدن کا کچھ بھی حصہ چھونا سب سے بڑا فتنہ اور حرام تک پہنچانے کا سبب اور ذریعہ ہے جس سے بازرہنا اور رکھنا ضروری ہے۔

اخیر میں اے مومن مرد اور مومنہ عورتو! میں تم کو تمہیں اللہ کی کی ہوئی وصیت یاد دلاتا ہوں (دیکھو سورہ نور: آیت نمبر 30-31، جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے)

[مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھیں۔ یہی اُن کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اور ہنسیوں کے بغل مارے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہر کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے شوہر کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر

مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں۔ اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ [

والحمد لله رب العالمین و صلی الله وسلم علی نبینا

محمد بن عبد الله و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

## سوالات

# تحریری انعامی مقابلہ برائے خواتین (1)

جنوری 2015

(۱) نامصہ اور متمصہ سے کیا مراد ہے؟ نیز خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) عورت کیسے سمجھے کہ اس کا حیض ختم ہو گیا ہے؟ اور حیض کے بعد غسل کیسے کیا جائے؟

(۳) استحاضہ اور نفاس کسے کہتے ہیں؟ نیز مانع حیض گولیوں کا استعمال کیسا ہے؟ وضاحت کریں۔

(۴) مومنہ عورت کا لباس کیسا ہونا چاہیے؟ وضاحت کرتے ہوئے پردہ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ دلیل کے ساتھ قلمبند کریں۔

(۵) عورتوں کے لیے مسجد میں جانے کے آداب کیا ہیں؟ اور امام نوری نے عورتوں اور مردوں کی باجماعت نماز میں کیا تفریق کی ہے؟

(۶) شوہر کے انتقال کے بعد کیا بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے؟ یا بیوی کے انتقال کے بعد کیا شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے؟ دلیل کے ساتھ واضح کریں۔

(۷) بغیر محرم کے عورت کا سفر کرنا کیسا ہے؟ مدلل توضیح کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا نابالغ بچہ محرم بن سکتا ہے؟

(۸) کنواری اور بالغ لڑکی کی شادی کے شرائط کیا ہیں؟ دلیل کی روشنی میں تحریر کریں۔  
(۹) خالی جگہ پر کریں:

۱۔ عورت کے لیے بلا محرم سفر کرنا..... ہے۔

(جائز..... حرام..... مکروہ)

۲۔ عام طور پر نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت..... ہے۔

(30.....40.....50)

۳۔ ”تم میں سے جب کوئی بھی مسجد جائے تو..... نہ استعمال کرے۔

(زیور..... سواری..... خوشبو)

۴۔ عورت کے لیے رات میں طواف کرنا..... ہے۔

(حرام..... مستحب..... واجب)

۵۔ وہ عورت جس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے وہ..... طرح کی ہوتی ہیں۔

(پانچ..... سات..... تین)

(۱۰) نیچے دیے گئے جملوں کے سامنے صحیح/غلط کا نشان لگائیں:

۱۔ غیر محرم سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔ ( )

۲۔ مدت حیض کے ختم ہونے کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہیں ہے۔ ( )

۳۔ اللہ تعالیٰ بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے نہیں قبول فرماتا ہے۔ ( )

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عورتیں زندہ کوفتنے میں ڈالتی ہو اور مردوں کو راحت پہنچاتی ہو۔ ( )

۵۔ عدت گزارنے والی عورت کے لیے دوران عدت کسی سے بھی شادی کرنا حرام ہے۔ ( )

## رجسٹریشن کارڈ

رجسٹریشن نمبر.....  
نام..... کلاس.....  
اسکول / مدرسہ کا نام.....  
پتہ.....  
سرپرست کا موبائل نمبر.....  
نوٹ: تقسیم انعامات پروگرام میں رجسٹریشن کارڈ لانا لازمی ہے۔

## رجسٹریشن کارڈ

رجسٹریشن نمبر.....  
نام..... کلاس.....  
اسکول / مدرسہ کا نام.....  
پتہ.....  
سرپرست کا موبائل نمبر.....  
نوٹ: تقسیم انعامات پروگرام میں رجسٹریشن کارڈ لانا لازمی ہے۔